بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّ حۡمٰنِ الرَّ حِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِالۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کے متعلق چند تلخ حقائق

"قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا☆قَالَتۡ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ وَّ لَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ بَشَرٌ وَّ لَمۡ اَکُ بَغِیًّا☆
قَالَ کَذٰلِکِ قَالَ رَبُّکِ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وَلِنَجۡعَلَہٗۤ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَ رَحۡمَۃً مِّنَّا وَکَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِیًّا☆"(مریم۔۲۰ تا۲۲)

اُس (فرشتہ نے) کہا، میں تو صرف تیرے ربّ کا بھیجا ہوا پیغامبر ہوں تا کہ تجھے ایک زکی (پاک اور نیک) غلام دوں۔(مریم نے) کہا۔میرے ہاں غلام کہاں سے ہوگا حالانکہ اب تک مجھے کسی مرد نے نہیں چُھوا اور نہ میں بدکار رہوں۔(فرشتہ نے) کہا(بات) اِسی طرح ہے(مگر) تیرے ربّ نے کہا ہے، کہ یہ(کام) مجھ پر آسان ہے اور تا کہ ہم اُسے لوگوں کیلئے ایک نشان بنائیں اور اپنی طرف سے رحمت(کا موجب بھی بنائیں) اور یہ(اَمر) ہماری تقدیر میں طے ہو چکا ہے۔

محترم جناب محمد اسلم چوہدری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ۔

اُمید ہے آپ بخیروعافیت ہوں گے آمین۔آپ اپنی ۱۷۔فروری ۲۰۱۰ء کی ای میل (email) میں فرماتے ہیں:۔

"I do NOT cliam that I am Sahib-e-Ilham or Sahib-e-Wahee.Yes, I have communicated with my Benevolent Gracious Al-knowing and Almighty GOD but I do NOT know what is the proper name for those kind of communications."

ترجمہ۔مجھے صاحب وحی یا صاحب اِلہام ہونے کا دعویٰ نہیں ہے۔میری اپنے فیض رساں (Benevolent) رحیم (Gracious) علیم (All-Knowing) اور خدائے قدیر (Almighty God) سے باتیں ہوتی رہتی ہیں۔لیکن میں اِس قسم کی خبررسانی یا مکالمہ کا مناسب نام نہیں جانتا۔

برادرم محمد اسلم صاحب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔"وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحۡیًا اَوۡ مِنۡ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوۡ یُرۡسِلَ رَسُوۡلًا فَیُوۡحِیَ بِاِذۡنِہٖ مَا یَشَآءُ اِنَّہٗ عَلِیٌّ حَکِیۡمٌ"۔ (شوریٰ۔۵۲) اور کسی آدمی کی حیثیت نہیں کہ اللہ اُس سے وحی کے سوا یا پردے کے پیچھے بولنے کے سوا کسی صورت سے کلام کرے یا رسول بھیجے جو اُسکے حکم سے جو کچھ وہ کہے وحی کرے یعنی بات پہنچادے۔وہ بڑی شان والا اور حکمتوں کا واقف ہے۔

اِس آیت کریمہ کے مطابق وحی کی تین اقسام ہیں۔(۱) حقیقی بلاواسطہ وحی یعنی اِلَّا وَحۡیًا سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام کسی بندہ پر بغیر کسی واسطہ کے نازل ہوتا ہے۔(۲) تابع وحی یعنی اَوۡ مِنۡ وَّرَآئِ حِجَاب ۔میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الفاظ نازل نہیں ہوتے بلکہ مضمون کو تعبیر طلب امثال یا بے تعبیر طلب نظارہ میں دکھایا جاتا ہے اور اُس کو لفظوں میں تبدیل کرنا بندہ کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔(۳) حقیقی بالواسطہ وحی یعنی اَوۡ یُرۡسِلَ رَسُوۡلًا ۔میں اللہ تعالیٰ اپنا کلام فرشتہ پر نازل کرتا ہے اور فرشتہ بندے تک پہنچا دیتا ہے۔

وحی اِلٰہی کی بڑی (mainly) یہی تین اقسام ہیں۔اِن کی آگے تجربہ کی بناء پر اور بھی کئی قسمیں ہیں۔اب آپ کو یہ تو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے باتیں کرتا ہے یعنی آپ کیساتھ اُسکی کیمونی کیشن (communications) ہے۔اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ کا یہ مکالمہ (communications) درج بالا آیت کے مطابق ہی ہوتا ہے۔اور جب اللہ تعالیٰ کسی اِنسان سے متذکرہ بالا آیت کے مطابق باتیں کرے گا تو پھر ایسے اِنسان کو ہم صاحب وحی یا صاحب اِلہام نہ کہیں تو پھر اُسے اور کیا کہیں گے۔؟

جناب محمد اسلم صاحب۔خاکسار نے آپکی خدمت میں درخواست کی تھی کہ آپ کم از کم میری دو کتب (غلام مسیح الزماں+آمدن عید مبارک بادت) اور ایک چھوٹا سا مضمون نمبر۳۴ (خاکسار رحمت خداوندی کا شکار کیسے ہوا۔؟) پڑھیں تو اِن میں اِنشاءاللہ تعالیٰ آپ کو آپکے سوالات کا جواب مل جاتا تھا۔اگر میری کتابیں پڑھنے کا آپکے پاس وقت نہیں تھا تو کم از کم متذکرہ بالا مضمون نمبر۳۴ کے چند صفحات ہی پڑھ لیتے۔اِس مضمون میں خاکسار نے جناب مسعود اختر چوہدری صاحب کے سوال کا جواب لکھا تھا اور اُس کا سوال (یوں لگتا ہے جیسے آپ "مصلح موعودؑ" ہونے (کے) مدعی ہیں اور آپ نے اِس دعویٰ کے متعلق لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "مصلح موعودؑ" بنایا ہے۔یعنی آپکا یہ دعویٰ مبنی بر اِلہام ہے۔ کیا میں درست سمجھا ہوں۔؟) بھی آپکے سوال سے ملتا جلتا تھا۔اس سوال کا جواب میں نے چھ صفحات میں دیا تھا۔آپ کیلئے یہ چھ صفحات پڑھنے کوئی مشکل نہیں تھے۔

برادرم جناب محمد اسلم چوہدری صاحب! آپ نے اپنے دل میں میرا درد محسوس کیا اور میری مدد کرنے کے واسطے مجھ سے چند سوالات پوچھے ہیں۔ خاکسار آپکی اِس مہربان توجہ کیلئے آپ کا ہمیشہ ممنون رہے گا۔ دراصل یہ کام اُس خلیفے کا تھا جس کے آگے خاکسار نے اِنتہائی عاجزی کیساتھ اپنا مدلل مقدمہ رکھا تھا لیکن اُس نے اِس طرف توجہ نہ کی۔ یہ خلیفے جو مسجدوں اور اجلاسوں میں یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ ہمیں خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ جب ایک احمدی نے ہر قسم کے جائز اور ناجائز جماعتی قواعد و ضوابط کے اندر رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا مقدس نام لے کر اپنا دعویٰ (غلام مسیح الزماں) ایک خلیفہ کے آگے رکھ کر اُس سے راہنمائی طلب کی تھی تو کیا خدا کے بنائے ہوئے اِس خلیفہ کا یہ فرض منصبی نہیں تھا کہ یا تو وہ مدعی کے دلائل کو جھٹلا کر اُس کو خود فریبی (اگر کوئی تھی؟) سے نکالتے اور بصورت دیگر اُسکی سچائی کا نہ صرف خود اقرار کرتے بلکہ اِس سے افرادِ جماعت احمدیہ کو آگاہ بھی کرتے لیکن ۔۔۔ یہ نہ تھی ہماری قسمت ۔۔۔۔ اب وہ خلیفہ یعنی خلیفہ رابع صاحب اس عاجز کو اور پوری جماعت احمدیہ کو ایک ابتلاء میں ڈال کر اس دنیا سے رخصت ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو چکے ہیں اور وہاں اس عاجز کی سچائی کے متعلق اُنکے سب شکوک وشبہات بھی دور ہو چکے ہیں۔ اب اُنکی روح اللہ تعالیٰ کے حضور ملتجی ہے کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے دنیا پر اس حقیقت کے اظہار کیلئے ایک موقعہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمیت اور غفوریت کے تحت اُنہیں یہ موقع فراہم کیا ہے اور خلیفہ رابع صاحب کسی پر اُسکی خواب کی حالت میں دنیا کیلئے بالعموم اور افراد جماعت کیلئے بالخصوص اپنے جذبات اور احساسات کا اِظہار فرما گئے ہیں۔ اب اُنکے پیغام پر ایمان لانا یا نہ لانا دنیا والوں کے اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔ خلیفہ رابع صاحب کا یہ پیغام مضمون کے آخر میں درج ہے۔ گر قبول افتدز ہے عزوشرف۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے رضا کی راہوں پر چلاتے ہوئے غلبہ اِسلام کا وہ موعود دن جلد دکھاوے جس کا وعدہ اُس نے اپنے محبوب بندے سیدالانبیاو خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ سے فرمایا تھا آمین۔

برادرم چوہدری محمد اسلم صاحب! آپ اپنی ۲۳۔فروری ۲۰۱۰ء کی ای میل میں فرماتے ہیں۔

"2- I am adequately aware of that ILHAAM and I KNOW about that Claim...............3- I understand and believe that Khalifa-tul-Masih Saani was One of many Musleh-e-Mauds."

میں اُس اِلہام (جس کی بنیاد پر خلیفہ ثانی نے دعویٰ کیا) اور (اُنکے) دعویٰ کو بخوبی جانتا ہوں۔۔۔۔ میں سمجھتا اور ایمان رکھتا ہوں کہ خلیفہ ثانی بہت سارے مصلح موعودوں میں سے ایک تھے۔

چوہدری صاحب۔ واضح رہے کہ میں کسی کا مخالف نہیں ہوں اور نہ ہی میرے دل میں کسی کے خلاف کینہ ہے۔ میرے نزدیک ہر انسان معزز ہے اور اُسکی عزت نفس کا خیال کرنا دوسروں کیلئے ضروری ہے۔ اپنے آقا حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی اولاد کا احترام کرنا بھی میں ضروری خیال کرتا ہوں کیونکہ بہرحال یہ ایک عظیم اِنسان کی اولاد ہے۔ اس ضمن میں گذارش ہے کہ عقیدت اپنی جگہ پر لیکن اس سب کے باوجود چونکہ پیشگوئی مصلح موعود ہم احمدیوں کے عقیدہ میں شامل ہے لہٰذا میرے لیے ضروری ہے کہ میں افرادِ جماعت کی آگاہی اور فکری راہنمائی کیلئے یہاں خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کے متعلق چند تلخ حقائق کی نشاندہی کر دوں۔

خلیفہ ثانی کی حیثیت (status)۔ جناب خلیفۃ المسیح ثانی صاحب حضرت بانئے سلسلہ کے بڑے بیٹے تھے۔ ہوش سنبھالتے ہی آپ کو بھی پیشگوئی مصلح موعود کا علم ہو گیا تھا۔ اصحاب احمدؑ کی نظریں بھی آپ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ آپ کی دینی تعلیم و تربیت بھی اپنے وقت کے چوٹی کے علمائے دین کی نگرانی میں ہوئی۔ اور اس طرح یہ بات یقینی ہے کہ پیشگوئی مصلح موعود بچپن سے ہی آپکے اعصاب پر سوار تھی۔ خلافت اولیٰ کے دوران بھی آپ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے مشیر خاص رہے۔ پھر حضرت خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد لوگوں نے آپ کو مصلح موعود سمجھتے ہوئے خلافت کی مسند پر بٹھایا۔ اور ان دنوں میں آپ کی جو تقاریر شائع ہوئیں ان میں بھی آپکو لوگوں نے مصلح موعود کا نام دیا اور اس کا ثبوت آج تک موجود ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ لوگوں کو کس طرح پتہ چلا کہ خلیفہ ثانی ہی مصلح موعود ہیں؟ کیا ان کو الہام ہوا تھا؟ اگر ان کو الہام نہیں ہوا تھا تو پھر اپنے خیال اور اندازے کے مطابق ایک الہامی پیشگوئی کو کسی پر چسپاں کر دینا کیا ایک انتہائی خطرناک فعل نہیں تھا؟ ۱۴۔ مارچ ۱۹۱۴ء کو مسند خلافت پر بیٹھتے ہی کیا خلیفہ ثانی کو اپنے مصلح موعود ہونے کا الہام ہو گیا تھا؟ اور اگر نہیں تو پھر آپ نے ان لوگوں کو جو آپ کو قبل از وقت پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق بنا رہے تھے کیوں نہیں روکا؟ سب لوگ جانتے ہیں کہ مرزا طاہر احمدؒ کے خلیفہ رابع بننے کے بعد اسی سال یا اگلے سال جلسہ سالانہ پر آپکے متعلق بھی مثیل مصلح موعود کا نعرہ لگایا گیا تھا لیکن آپ نے ان لوگوں کو سختی کیساتھ منع کر دیا کہ یہ نعرہ مت لگاؤ۔ تو پھر خلیفہ ثانی نے ان لوگوں کو جو آپ کو مصلح موعود بنا رہے تھے کیوں نہ روکا؟ خلیفہ ثانی صاحب نے ان لوگوں کو روکنے کی بجائے اپنا منظور نظر بنایا اور انہیں اپنی خوشنودی سے نوازا۔ لیکن جب جماعت میں مخالفت زیادہ ہونے لگی تو آپ نے ان کتابچوں اور رسالوں کو جلوا دیا جن میں آپ کو لوگوں نے مصلح موعود قرار دیا تھا۔ یہ سب کیا ڈرامہ (darama) تھا؟ اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں خلیفہ ثانی مصلح موعود تھے تو پھر پہلے آپ کو اس کا علم ہونا چاہیے تھا نہ کہ آپکے متعلق لوگ دعویٰ کرتے۔ یہاں دو باتیں پیدا ہوتی ہیں۔

(اوّل) آپ کا خاموش رہنا بتاتا ہے کہ پیشگوئی مصلح موعود میں آپ کو بہت دلچسپی تھی اور آپ اسکے امیدوار تھے۔ (دوئم) حضرت مہدی معہودؑ کا درج ذیل الہام پورا ہونا شروع

ہوگیا۔’’لوگ آئے اور دعویٰ کر بیٹھے۔شیر خدا نے ان کو پکڑا۔اور شیر خدا نے فتح پائی‘‘(روحانی خزائن جلد ۱۷صفحہ ۴۲۹)

برادرم چوہدری صاحب! یہ بات درست ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت ساری غیب کی باتیں سچی خوابوں کے ذریعے اپنے بندوں پر ظاہر فرماتا ہے لیکن اِسکے باوجود یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ہر خواب رحمانی نہیں ہوا کرتی۔خوابوں کے متعلق حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام نے یوں فرمایا ہے۔

’’تین قسم کی خوابیں ہوتی ہیں۔ایک نفسانی،ایک شیطانی اور ایک رحمانی۔نفسانی جیسے بلی کو چھیچھڑوں کے خواب۔شیطانی وہ جس میں ڈر وحشت ہو۔رحمانی خواب خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام ہوتی ہے اور اس کا ثبوت صرف تجربہ ہے۔‘‘(ملفوظات جلد ۴صفحہ ۳۲۸)

خلیفہ ثانی کا خواب۔’’میں نے دیکھا کہ میں ایک مقام پر ہوں جہاں جنگ ہو رہی ہے وہاں کچھ عمارتیں ہیں۔نہ معلوم وہ گڑھیاں ہیں یا ٹرنچز (Trenches) ہیں۔بہرحال وہ جنگ کے ساتھ تعلق رکھنے والی عمارتیں ہیں۔وہاں کچھ لوگ ہیں جنکے متعلق میں نہیں جانتا کہ آیا وہ ہماری جماعت کے لوگ ہیں۔یا یونہی مجھے ان سے تعلق ہے۔میں ان کے پاس ہوں۔اتنے میں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے جرمن فوج نے جو اس فوج سے کہ جس کے پاس میں ہوں۔برسرِ پیکار ہے یہ معلوم کرلیا ہے کہ میں وہاں ہوں اور اس نے اس مقام پر حملہ کر دیا ہے۔اور وہ حملہ اتنا شدید ہے کہ اس جگہ کی فوج نے پسپا ہونا شروع کر دیا۔یہ کہ وہ انگریزی فوج تھی یا امریکن فوج یا کوئی اور فوج تھی۔اسکا مجھے اس وقت کوئی خیال نہیں آیا۔بہرحال وہاں جو فوج تھی اس کو جرمنوں سے دبنا پڑا۔اور اس مقام کو چھوڑ کر وہ پیچھے ہٹ گئی۔جب وہ فوج پیچھے ہٹی تو جرمن اس عمارت میں داخل ہوگئے۔جس میں میں تھا۔تب میں خواب میں کہتا ہوں۔دشمن کی جگہ پر رہنا درست نہیں۔اور یہ مناسب نہیں کہ اب اس جگہ ٹھہرا جائے۔یہاں سے ہمیں بھاگ چلنا چاہیے۔اس وقت میں رؤیا میں صرف یہی نہیں۔کہ تیزی سے چلتا ہوں بلکہ دوڑتا ہوں۔میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں اور وہ بھی میرے ساتھ ہی دوڑتے ہیں۔اور جب میں نے دوڑنا شروع کیا تو رؤیا میں مجھے یوں معلوم ہوا جیسے میں انسانی مقدرت سے زیادہ تیزی کیساتھ دوڑ رہا ہوں۔اور کوئی ایسی زبردست طاقت مجھے تیزی سے لے جارہی ہے کہ میلوں میل ایک آن میں میں طے کرتا جارہا ہوں۔اس وقت میرے ساتھیوں کو بھی دوڑنے کی ایسی ہی طاقت دی گئی مگر پھر بھی وہ مجھ سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔اور میرے پیچھے ہی جرمن فوج کے سپاہی میری گرفتاری کیلئے دوڑتے آرہے ہیں مگر شائد ایک منٹ بھی نہیں گزرا ہوگا کہ مجھے رؤیا میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ جرمن سپاہی بہت پیچھے رہ گئے ہیں مگر میں چلتا چلا جاتا ہوں۔اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ زمین میرے پاؤں کے نیچے سمٹتی چلی جارہی ہے یہانتک کہ میں ایک ایسے علاقہ میں پہنچا جو دامن کوہ کہلانے کا مستحق ہے۔ہاں جس وقت جرمن فوج نے حملہ کیا ہے۔رؤیا میں مجھے یاد آتا ہے کہ کسی سابق نبی کی کوئی پیشگوئی ہے یا خود میری کوئی پیشگوئی ہے اس میں اس واقعہ کی خبر پہلے سے دی گئی تھی اور تمام نقشہ بھی بتایا گیا تھا کہ جب وہ موعود اس مقام سے دوڑے گا تو اس اس طرح دوڑے گا۔اور پھر فلاں جگہ جائیگا۔چنانچہ رؤیا میں جہاں میں پہنچا ہوں وہ مقام اس پہلی پیشگوئی کے عین مطابق ہے۔اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ پیشگوئی میں اس امر کا بھی ذکر ہے کہ ایک خاص رستہ ہے جسے میں اختیار کرونگا۔اور اس راستہ کے اختیار کرنے کی وجہ سے دنیا میں بہت اہم تغیرات ہونگے۔اور دشمن مجھے گرفتار کرنے میں ناکام رہے گا۔چنانچہ جب میں یہ خیال کرتا ہوں تو اس مقام پر مجھے کئی ایک پک ڈنڈیاں نظر آتی ہیں جن میں سے کوئی کسی طرف جاتی ہے اور کوئی کسی طرف۔میں ان پک ڈنڈیوں کے بالمقابل دوڑتا چلا گیا ہوں تا معلوم کروں۔کہ پیشگوئی کے مطابق مجھے کس راستہ پر جانا چاہیے۔اور میں اپنے دل میں یہ خیال کرتا ہوں کہ مجھے تو یہ معلوم نہیں کہ میں نے کس راستہ سے جانا ہے۔اور میرا کس راستہ سے جانا خدائی پیشگوئی کے مطابق ہے۔ایسا نہ ہو میں غلطی سے کوئی ایسا راستہ اختیار کرلوں۔جس کا پیشگوئی میں ذکر نہیں۔اس وقت میں اس سڑک کی طرف جارہا ہوں جو سب کے آخر میں بائیں طرف ہے۔اس وقت میں دیکھتا ہوں۔کہ مجھ سے کچھ فاصلہ پر میرا ایک اور ساتھی ہے اور مجھے آواز دیکر کہتا ہے کہ اس سڑک پر نہیں۔دوسری سڑک پر جائیں۔اور میں اسکے کہنے پر اس سڑک کی طرف جو بہت دور ہٹ کر ہے واپس لوٹتا ہوں۔وہ جس سڑک کی طرف مجھے آوازیں دے رہا ہے۔انتہائی دائیں طرف ہے۔اور جس سڑک کو میں نے اختیار کیا تھا وہ انتہائی بائیں طرف تھی۔پس چونکہ میں انتہائی بائیں طرف تھا اور جس طرف وہ مجھے بلا رہا تھا۔وہ انتہائی دائیں طرف تھی۔اسلئے میں لوٹ کر اس سڑک کی طرف چلا۔مگر جس وقت میں پیچھے کی طرف واپس ہٹا۔ایسا معلوم ہوا کہ میں کسی زبردست طاقت کے قبضہ میں ہوں۔اور اس زبردست طاقت نے مجھے پکڑ کر درمیان میں سے گزرنے والی ایک پک ڈنڈی پر چلا دیا۔میرا ساتھی مجھے آوازیں دیتا چلا جاتا ہے کہ اس طرف نہیں،اس طرف۔مگر میں اپنے آپکو بالکل بے بس پاتا ہوں۔اور درمیانی پک ڈنڈی پر بھاگتا چلا جاتا ہوں۔جب میں تھوڑی دور چلا تو مجھے وہ نشانات نظر آنے لگے۔جو پیشگوئی میں بیان کئے گئے تھے۔اور میں کہتا ہوں۔میں اسی راستہ پر آگیا جو خدا تعالیٰ نے پیشگوئی میں بیان فرمایا تھا۔اس وقت رؤیا میں میں اسکی کچھ توجیہہ بھی کرتا ہوں کہ میں درمیانی پک ڈنڈی پر جو چلا ہوں تو اسکا کیا مطلب ہے۔چنانچہ جس وقت میری آنکھ کھلی معاً مجھے خیال آیا کہ دایاں اور بایاں راستہ جو رؤیا میں دکھایا گیا ہے۔اس میں بائیں رستہ سے مراد خالص دنیوی کوششیں اور تدبیریں ہیں اور دائیں رستہ سے مراد خالص دینی طریق دعا اور عبادتیں وغیرہ ہیں۔اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ ہماری جماعت کی ترقی درمیانی راستے پر چلنے سے ہوگی۔یعنی کچھ تدبیریں اور کوششیں ہونگی اور کچھ دعائیں اور تقدیریں ہونگی۔اور پھر یہ بھی میرے ذہن میں آیا کہ دیکھو قرآن شریف نے امت محمدیہ کو امۃً وسطاً قرار دیا ہے۔

اس وسطی راستہ پر چلنے کے یہی معنے ہیں کہ یہ امت اسلام کا کامل نمونہ ہوگی۔اور چھوٹی پک ڈنڈی کی یہ تعبیر ہے کہ درمیانی راستہ گو درست راستہ ہے مگر اس میں مشکلات بھی ہوتی ہیں۔

غرض میں اس راستہ پر چلنا شروع ہوا۔اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ دشمن بہت پیچھے رہ گیا ہے۔اتنی دور کہ نہ اس کے قدموں کی آہٹ سنائی دیتی ہے اور نہ اسکے آنیکا کوئی امکان پایا جاتا ہے۔مگر ساتھ ہی میرے ساتھیوں کے پیروں کی آہٹیں بھی کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں۔اور وہ بھی بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔مگر میں دوڑتا چلا جاتا ہوں۔اور زمین میرے پیروں کے نیچے سمٹتی چلی جارہی ہے۔اس وقت میں کہتا ہوں کہ اس واقعہ کے متعلق جو پیشگوئی تھی۔اس میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اس رستہ کے بعد پانی آئیگا اور اس پانی کو عبور کرنا بہت مشکل ہوگا۔اس وقت میں رستے پر چلتا تو چلا جاتا ہوں۔مگر ساتھ ہی کہتا ہوں۔وہ پانی کہاں ہے؟ جب میں نے کہا وہ پانی کہاں ہے تو یکدم میں نے دیکھا کہ میں ایک بہت بڑی جھیل کے کنارے پر کھڑا ہوں۔اور میں سمجھتا ہوں۔کہ اس جھیل کے پار ہو جانا پیشگوئی کے مطابق ضروری ہے۔میں نے اس وقت دیکھا کہ جھیل پر کچھ چیزیں تیر رہی ہیں۔وہ ایسی لمبی ہیں جیسے سانپ ہوتے ہیں اور ایسی باریک اور ہلکی چیزوں سے بنی ہوئی ہیں جیسے بیے وغیرہ کے گھونسلے نہایت باریک تنکوں کے ہوتے ہیں۔وہ اوپر سے گول ہیں جیسے اژدھا کی پیٹھ ہوتی ہے اور رنگ ایسا ہے جیسے بیے کے گھونسلے سے سفیدی، زردی اور خاکی رنگ ملا ہوا۔وہ پانی پر تیر رہی ہیں۔اور انکے اوپر کچھ لوگ سوار ہیں جو انکو چلا رہے ہیں۔خواب میں میں سمجھتا ہوں۔یہ بت پرست قوم ہے اور یہ چیزیں جن پر یہ لوگ سوار ہیں، انکے بت ہیں اور یہ سال میں ایک دفعہ اپنے بتوں کو نہلاتے ہیں اور اب بھی یہ لوگ اپنے بتوں کو نہلانے کی غرض سے مقررہ گھاٹ کی طرف لے جارہے ہیں۔جب مجھے اور کوئی چیز پار لے جانے کیلئے نظر نہ آئی تو میں نے زور سے چھلانگ لگائی اور ایک بت پر سوار ہوگیا۔تب میں نے سنا کہ بتوں کے پجاری زور زور سے مشرکانہ عقائد کا اظہار منتروں اور گیتوں کے ذریعہ سے کرنے لگے۔اس پر میں نے دل میں کہا کہ اس وقت خاموش رہنا غیرت کے خلاف ہے اور بڑے زور زور سے میں نے توحید کی دعوت ان لوگوں کو دینی شروع کی اور شرک کی برائیاں بیان کرنے لگا۔تقریر کرتے ہوئے مجھے یوں معلوم ہوا کہ میری زبان اردو نہیں بلکہ عربی ہے۔چنانچہ میں عربی میں بول رہا ہوں۔اور بڑے زور سے تقریر کررہا ہوں۔رؤیا میں ہی مجھے خیال آتا ہے کہ ان لوگوں کی زبان تو عربی نہیں۔یہ میری باتیں کس طرح سمجھیں گے۔مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ گو انکی زبان کوئی اور ہے مگر یہ میری باتیں خوب سمجھتے ہیں۔چنانچہ میں اسی طرح انکے سامنے عربی میں تقریر کررہا ہوں۔اور تقریر کرتے کرتے بڑے زور سے ان کو کہتا ہوں کہ تمہارے یہ بت اس پانی میں غرق کیے جائیں گے۔اور خدائے واحد کی حکومت دنیا میں قائم کی جائے گی۔ابھی میں یہ تقریر کرہی رہا تھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ اسی کشتی نما بت والا جس پر میں سوار ہوں یا اسکے ساتھ کے بت والا بت پرستی کو چھوڑ کر میری باتوں پر ایمان لے آیا ہے۔اور موحد ہوگیا ہے۔اسکے بعد اثر بڑھنا شروع ہوا اور ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا۔اور تیسرے کے بعد چوتھا اور چوتھے کے بعد پانچواں شخص میری باتوں پر ایمان لاتا مشرکانہ باتوں کو ترک کرتا اور مسلمان ہوتا چلا جاتا ہے۔اتنے میں ہم جھیل پار کرکے دوسری طرف پہنچ گئے۔جب ہم جھیل کے دوسری طرف پہنچ گئے۔تو میں انکو حکم دیتا ہوں کہ ان بتوں کو جیسا کہ پیشگوئی میں بیان کیا گیا تھا۔پانی میں غرق کردیا جائے۔اس پر جو لوگ موحد ہو چکے ہیں وہ بھی اور جو ابھی موحد تو نہیں ہوئے مگر ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔میرے سامنے جاتے ہیں اور میرے حکم کی تعمیل میں اپنے بتوں کو جھیل میں غرق کردیتے ہیں۔اور میں خواب میں حیران ہوں کہ یہ تو کسی تیرنے والے مادے کے بنے ہوئے تھے۔یہ اس آسانی سے جھیل کی تہہ میں کس طرح چلے گئے۔صرف پجاری پکڑ کران کو پانی میں غوطہ دیتے ہیں اور وہ پانی کی گہرائی میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔اسکے بعد میں کھڑا ہوگیا اور پھر انہیں تبلیغ کرنے لگ گیا۔کچھ لوگ تو ایمان لا چکے تھے۔

مگر باقی قوم جو ساحل پر تھی۔ابھی ایمان نہیں لائی تھی۔اسلئے میں نے انکو تبلیغ کرنی شروع کردی۔یہ تبلیغ میں انکو عربی زبان میں ہی کرتا ہوں۔جب میں انہیں تبلیغ کررہا ہوں تاکہ وہ لوگ بھی اسلام لے آئیں تو یک دم میری حالت میں تغیر پیدا ہوتا ہے اور مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اب میں نہیں بول رہا بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اِلہامی طور پر میری زبان پر باتیں جاری کی جارہی ہیں جیسے خطبہ اِلہامیہ تھا۔جو حضرت مسیح موعودؑ کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری ہوا۔غرض میرا کلام اس وقت بند ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ میری زبان سے بولنا شروع ہو جاتا ہے۔بولتے بولتے میں بڑے زور سے ایک شخص کو جو غالبًا سب سے پہلے ایمان لایا تھا۔غالبًا کا لفظ میں نے اسلئے کہا کہ مجھے یقین نہیں کہ وہی شخص پہلے ایمان لایا ہو۔ہاں غالب گمان یہی ہے کہ وہی شخص پہلا ایمان لانے والا یا پہلے ایمان لانے والوں میں سے بااثر اور مفید وجود تھا۔بہر حال میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہے اور میں نے اس کا اسلامی نام عبدالشکور رکھا ہے۔میں اسکو مخاطب کرتے ہوئے بڑے زور سے کہتا ہوں کہ جیسا کہ پیشگوئیوں میں بیان کیا گیا ہے۔میں اب آگے جاؤں گا۔اسلئے اے عبدالشکور تجھ کو میں اس قوم میں اپنا نائب مقرر کرتا ہوں۔تیرا فرض ہوگا کہ میری واپسی تک اپنی قوم میں توحید کو قائم کرے اور شرک کو مٹا دے اور تیرا فرض ہوگا کہ اپنی قوم کو اسلام کی تعلیم پر عامل بنائے۔میں واپس آکر تجھ سے حساب لوں گا۔اور دیکھوں گا کہ تجھے میں نے جن فرائض کی سرانجام دہی کیلئے مقرر کیا ہے۔ان کو تو نے کہاں تک ادا کیا ہے۔اسکے بعد وہی اِلہامی حالت جاری رہتی ہے اور میں اسلام کی تعلیم کے اہم امور کی طرف اسے توجہ دلاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تیرا فرض ہوگا کہ ان

لوگوں کو سکھائے کہ اللہ ایک ہے اور محمدﷺ اسکے بندہ اور رسول ہیں۔ اور کلمہ پڑھتا ہوں۔ اور اسکے سکھانے کا اسے حکم دیتا ہوں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کی اور آپ کی تعلیم پر عمل کرنے کی اور سب لوگوں کو اس ایمان کی طرف بلانے کی تلقین کرتا ہوں۔ جس وقت میں یہ تقریر کر رہا ہوں (جو خود اِلہامی ہے) یوں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہﷺ کو میری زبان سے بولنے کی توفیق دی ہے اور آپ فرماتے ہیں۔" اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ" اسکے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پر بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور آپؑ فرماتے ہیں۔" اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْد" اسکے بعد میں انکو اپنی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ چنانچہ اس وقت میری زبان پر جو فقرہ جاری ہوا۔ وہ یہ ہے۔" وَ اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُہٗ وَ خَلِیْفَتُہٗ" اور میں بھی مسیح موعود ہوں۔ یعنی اس کا مثیل اور اس کا خلیفہ ہوں۔

تب خواب میں ہی مجھ پر ایک رعشہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ میری زبان پر کیا جاری ہوا۔ اور اس کا کیا مطلب ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اس وقت معاً میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اسکے آگے جو الفاظ ہیں کہ مَثِیْلُہٗ میں اس کا نظیر ہوں۔ وَ خَلِیْفَتُہٗ اور اُس کا خلیفہ ہوں۔ یہ الفاظ اس سوال کو حل کر دیتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے اِلہام کہ وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ اس کے مطابق اور اسے پورا کرنے کیلئے یہ فقرہ میری زبان پر جاری ہوا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اس کا مثیل ہونے اور اس کا خلیفہ ہونے کے لحاظ سے ایک رنگ میں میں بھی مسیح موعودؑ ہی ہوں۔ کیونکہ جو کسی کا نظیر ہوگا اور اسکے اخلاق کو اپنے اندر لے لیگا۔ وہ ایک رنگ میں اس کا نام پانے کا مستحق بھی ہوگا۔ پھر میں تقریر کرتے ہوئے کہتا ہوں میں وہ ہوں جسکے ظہور کیلئے اُنیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں۔ اور جب میں کہتا ہوں" میں وہ ہوں جس کیلئے اُنیس سو سال سے کنواریاں اِس سمندر کے کنارے پر انتظار کر رہی تھیں" تو میں نے دیکھا کہ کچھ نوجوان عورتیں اور جو سات یا نو ہیں۔ جنکے لباس صاف ستھرے ہیں دوڑتی ہوئی میری طرف آتی ہیں۔ مجھے السلام علیکم کہتی ہیں اور ان میں سے بعض برکت حاصل کرنے کیلئے میرے کپڑوں پر ہاتھ پھیرتی ہیں اور کہتی ہیں" ہاں ہاں ہم تصدیق کرتی ہیں کہ ہم اُنیس سو سال سے آپکا انتظار کر رہی تھیں" اِسکے بعد میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ میں وہ ہوں جسے علوم اسلام اور علوم عربی اور اس زبان کا فلسفہ ماں کی گود میں اُسکی دونوں چھاتیوں سے دودھ کیساتھ پلائے گئے تھے۔ رؤیا میں جو ایک سابق پیشگوئی کی طرف مجھے توجہ دلائی گئی تھی۔ اس میں یہ بھی خبر تھی کہ جب وہ موعود بھاگے گا۔ تو ایک ایسے علاقہ میں پہنچے گا جہاں ایک جھیل ہوگی اور جب وہ اس جھیل کو پار کر کے دوسری طرف جائے گا تو وہاں ایک قوم ہوگی جسکو وہ تبلیغ کریگا اور وہ اسکی تبلیغ سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جائیگی۔ تب وہ دشمن جس سے وہ موعود بھاگے گا۔ اس قوم سے مطالبہ کریگی کہ اس شخص کو ہمارے حوالے کیا جائے مگر وہ قوم انکار کر دیگی اور کہے گی ہم لڑ کر مر جائیں گے مگر اسے تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔ چانچہ خواب میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ جرمن قوم کی طرف سے مطالبہ ہوتا ہے کہ تم انکو ہمارے حوالے کر دو۔ اس وقت میں خواب میں کہتا ہوں یہ تو بہت تھوڑے ہیں اور دشمن بہت زیادہ ہے مگر وہ قوم باوجود اسکے کہ ابھی ایک حصہ اس کا ایمان نہیں لایا۔ بڑے زور سے اعلان کرتی ہے کہ ہم ہرگز انکو تمہارے حوالے کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ ہم لڑ کر فنا ہو جائیں گے مگر تمہارے اس مطالبہ کو تسلیم نہیں کریں گے تب میں کہتا ہوں۔ دیکھو وہ پیشگوئی بھی پوری ہوگئی۔ اسکے بعد میں پھر انکو ہدایتیں دیکر اور بار بار توحید قبول کرنے پر زور دیکر اور اسلامی تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین کر کے آگے کسی اور مقام کی طرف روانہ ہو گیا ہوں۔ اس وقت میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس قوم میں سے اور لوگ بھی جلدی جلدی ایمان لانے والے ہیں۔ چنانچہ اسی لئے میں اس شخص سے جسے میں نے اس قوم میں اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ کہتا ہوں جب میں واپس آؤں گا تو اے عبدالشکور میں دیکھوں گا۔ کہ تیری قوم شرک کو چھوڑ چکی ہے۔ موحد ہو چکی ہے۔ اور اسلام کے تمام احکام پر کاربند ہو چکی ہے۔" (الموعود بحوالہ انوار العلوم جلد ۱۷ صفحات ۵۵۲ تا ۵۵۹)

خلیفہ ثانی کے خواب کی حقیقت ۔ برادرم چوہدری محمد اسلم صاحب! خلیفہ ثانی کی متذکرہ بالا خواب میں یا بقول اُنکے جو اُنہیں اِلہام ہوا تھا اس میں اس بات کا کوئی ایسا اِشارہ نہیں پایا جاتا جس سے یہ قطعی طور پر ظاہر ہو کہ اللہ تعالیٰ نے خواب بین کو حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں موعود زکی غلام بنایا ہے۔ یا کم از کم خواب میں خواب بین کا کوئی ایسا فعل ظاہر نہیں ہوا جس سے پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ نے خواب بین کو محض اپنے فضل سے یا حضورؑ کی دعا کے نتیجہ میں بطور خاص موعود غلام کی بنیادی صفت" زکی" کے مطابق پاک اور نیک بنایا ہے۔ طویل خواب کا مطالعہ کرنے سے یہ ایک بے مقصد اور مہمل سی خواب لگتی ہے اور پھر خواب سے پہلے خلیفہ ثانی کے درج ذیل بیانات کا جائزہ لینے کے بعد قاری کو خواب کے نفسانی ہونے کا صرف شبہ ہی نہیں بلکہ اس کا قطعی یقین بھی ہو جاتا ہے۔

خواب سے پہلے خلیفہ ثانی کے بیانات ۔ محترم جناب چوہدری صاحب! خاکسار ذیل میں خلیفہ ثانی کے چند بیانات درج کرتا ہے۔ خلیفہ ثانی صاحب کے یہ بیانات اُس کے خواب کی حقیقت کو جاننے کیلئے کافی روشن ثبوت ہیں۔ وہ جون ۱۹۳۷ء میں چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

(ا)" میں خیال کرتا ہوں کہ مصلح موعود حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی جسمانی بیٹا ہی ہے نہ کہ کوئی ایسا شخص جو بعد کے زمانہ میں آئے گا۔ جہاں تک میں نے اِن پیشگوئیوں پر غور کیا ہے تو نوے (۹۰) فیصدی باتیں میرے زمانہ خلافت کی کامیابیوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ جیسا میں خیال کرتا ہوں کہ جو شخص بھی اِن پیشگوئیوں کا مصداق ہے اُس کیلئے دعویٰ کرنا ضروری

نہیں۔لہٰذا میں ایسا دعویٰ کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ میں سمجھتا ہوں خدا تعالیٰ نے اِن پیشگوئیوں کی غرض و غایت کافی حد تک میرے ذریعہ پوری کر دی ہے۔تاہم مجھے حیرانی نہیں ہو گی اگر خدا تعالیٰ میرے کسی بھائی کو میرے جیسی یا مجھ سے بھی بڑھ کر کامیابیاں حاصل کرنے کی توفیق دیدے۔'' (احمدیت۔اِسلام کی نشاۃ ثانیہ (انگریزی) مصنف محمد ظفر اللہ خاں صفحہ ۲۸۹)۔

جناب چوہدری صاحب! خلیفہ ثانی صاحب نے عملاً دعویٰ مصلح موعود ۱۹۴۴ء میں کیا تھا لیکن خلیفہ ثانی صاحب کے مندرجہ بالا الفاظ نشاندہی کر رہے ہیں کہ (اولاً) وہ ہمیشہ اس اِلہامی پیشگوئی پر غور و فکر کرتے رہتے تھے۔ (ثانیاً) اُن کا یہ گمان بھی تھا کہ اس اِلہامی پیشگوئی کا مصداق حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کا کوئی جسمانی بیٹا ہی ہے (جب کہ زکی غلام یعنی مصلح موعود سے متعلق مبشر اِلہامات خلیفہ ثانی کے اِس گمان کی قطعی طور پر نفی کرتے ہیں۔ناقل) (ثالثاً) اگر خلیفہ ثانی صاحب کو پیشگوئی مصلح موعود میں کوئی دلچسپی نہیں تھی یا وہ خواب سے پہلے اپنے آپ کو اس پیشگوئی کا مصداق نہیں سمجھتے تھے تو وہ اِس اِلہامی پیشگوئی کے متعلق یہ اندازے کیوں لگاتے رہے کہ پیشگوئی کے مصداق کو دعویٰ کرنے کی ضرورت ہے یا کہ نہیں۔؟ (رابعاً) اُن کے الفاظ سے یہ ظاہر ہے کہ وہ دعویٰ کرنے سے گھبراتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ کہیں غلط دعویٰ کر کے میں الٰہی گرفت میں نہ آ جاؤں (خامساً) اُن کے الفاظ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بطور خلیفہ ثانی وہ جو کارنامے سرانجام دیتے رہے یا جنہیں وہ سرانجام دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔اِن کارناموں کے پیچھے اُن کا مقصد یہی تھا کہ کسی طرح وہ اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق بن سکیں۔ (سادساً) اُن کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ ۱۹۳۷ء میں ہی اپنے آپ کو پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق سمجھتے تھے لیکن پھر بھی اُنہوں نے اپنے بھائیوں کو خوش کرنے اور مطمئن کرنے کیلئے اگرچہ سیاسی رنگ میں ہی سہی اتنی بات ضرور کہہ دی کہ ہوسکتا ہے میرا کوئی بھائی مجھ سے زیادہ کارنامے سرانجام دے کر اس پیشگوئی کا مصداق بن جائے۔ وغیرہ۔ جناب چوہدری صاحب۔ یہ سب حقائق بتا رہے ہیں کہ خلیفہ ثانی نے اس اِلہامی پیشگوئی کو اپنی مذہبی جاگیر سمجھا اور وہ اپنے ان الفاظ میں دراصل افراد جماعت کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ اگر میں دعویٰ نہ بھی کروں تب بھی مجھے ہی پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق سمجھنا۔حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ نہ خلیفہ ثانی اور نہ ہی آپکا کوئی بھائی اس اِلہامی پیشگوئی کے دائرہ بشارت ہی میں نہیں آتے۔ اب سوال یہ ہے کہ خلیفہ ثانی صاحب کو یہ سب قیاس اور اندازے لگانے کی کیا ضرورت تھی۔؟؟؟

جناب چوہدری صاحب! یہ سب کچھ کیا اس بات کی تصدیق نہیں کر رہا کہ پیشگوئی مصلح موعود نے خلیفہ ثانی کو کافی تذبذب میں ڈال رکھا تھا اور جو بھی آپکے مقاصد تھے اور جو بھی آپکے پروگرام تھے اُن کی راہ میں اس اِلہامی پیشگوئی کو آپ بڑی روکاوٹ سمجھتے تھے۔؟ خلیفہ ثانی ۷ جولائی ۱۹۳۹ء کو خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

(۲) ''میرے نزدیک مصلح موعود کی پیشگوئی چونکہ مامور کے متعلق نہیں بلکہ غیر مامور کے متعلق ہے اِس لیے وہ ان پیشگوئیوں میں داخل ہی نہیں جن میں کسی دعویٰ کی ضرورت ہو۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ یہ پیشگوئی مجھ پر چسپاں نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی پیشگوئی کسی مامور کے متعلق نہ ہو تو اس میں دعویٰ کی ضرورت نہیں ہوتی۔'' (الفضل مورخہ ۲۔ اگست ۱۹۳۹ء)

جناب چوہدری صاحب! (اولاً) خلیفہ ثانی کو اس بات کا کہاں سے پتہ چل گیا کہ الہامی پیشگوئی مصلح موعود غیر مامور کے متعلق ہے۔؟ کیا آپ کو الہام ہوا تھا۔؟ اور اگر الہام نہیں ہوا تھا تو پھر دعویٰ سے پہلے پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق یہ قیاس اور اندازے آپ کیوں لگاتے رہے؟ (ثانیاً) خلیفہ ثانی کو یہ کہاں سے پتہ چل گیا کہ پیشگوئی مصلح موعود میں دعویٰ کی ضرورت نہیں۔؟ (ثالثاً) وہ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ یہ پیشگوئی تو مجھ پر چسپاں ہوتی ہے لیکن مجھے دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کا یہ ایک فریب تھا اور اِس کی بنیاد پر آپ دعویٰ نہ کرنے کا جواز پیش کر کے دراصل افراد جماعت کو قائل کر رہے تھے کہ اگر میں دعویٰ مصلح موعود نہ بھی کروں تب بھی پیشگوئی مصلح موعود کا میں ہی مصداق ہوں۔ مزید برآں آپ کا یہ فریب اس حقیقت کی بھی غمازی کر رہا ہے کہ الہامی پیشگوئی مصلح موعود میں خیانت کرنے پر آپکا ضمیر آپ کو ملامت کر رہا تھا۔ جناب چوہدری صاحب! کیا یہ سب کچھ اس حقیقت کا کھلا ثبوت نہیں ہے کہ خلیفہ ثانی پر مصلح موعود بننے کا بھوت سوار تھا۔؟ خلیفہ ثانی صاحب ۱۹۴۰ء میں ایک خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

(۳) ''لوگوں نے کوشش کی ہے کہ میں دعویٰ مصلح موعود کروں لیکن میں اسکی ضرورت نہیں سمجھتا۔ کہا جاتا ہے کہ میرے پیرو کار یقین رکھتے ہیں کہ میں مصلح موعود ہوں حالانکہ میں نے کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ میں ایسا دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اگر میں واقعی مصلح موعود ہوں تو میرے دعویٰ مصلح موعود نہ کرنے سے میرے مقام پر فرق نہیں پڑتا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور نہ ہو اس سے متعلق پیشگوئی کے سلسلہ میں کسی شخص کا دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی منظوری سے جو سابقہ مجددین کی فہرست شائع ہوئی ہے ان میں سے کتنوں نے دعویٰ کیا؟ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو فرماتے سنا ہے کہ اورنگ زیب بھی اپنے وقت کا مجدد تھا۔ کیا اس نے کوئی دعویٰ کیا؟ عمر بن عبدالعزیز کو بھی مجدد تسلیم کیا جاتا ہے۔ کیا اس نے کوئی دعویٰ کیا؟ لہٰذا ایک غیر مامور کیلئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔ ایک مامور سے متعلق پیشگوئی کے سلسلہ میں دعویٰ کرنا ضروری ہے۔ ایک غیر مامور کی صورت میں کسی شخص کی کامیابیوں کو دیکھا جائے گا کہ وہ پیشگوئی کا مصداق ہے یا نہیں۔ اسلئے ضروری نہیں کہ وہ دعویٰ کرے۔ ایسی صورت میں اگر کوئی شخص کسی پیشگوئی کے مصداق ہونے کا انکار بھی کر دے تب بھی یہی سمجھا جائے گا کہ پیشگوئی اسکے وجود میں پوری ہوگئی۔۔۔۔لہٰذا میں یہ ضروری نہیں سمجھتا کہ کوئی دعویٰ کروں

کہ میں مصلح موعود ہوں۔'' (احمدیت۔اسلام کی نشاۃ ثانیہ (انگریزی) مصنف محمد ظفر اللہ خاں،صفحہ ۲۸۹)

جناب چوہدری صاحب! خلیفہ ثانی صاحب ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ (اولاً) اگر کسی پیشگوئی کا مصداق مامور ہوتو اس کیلئے دعویٰ کرنا ضروری ہے اور غیر مامور کیلئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔اب سوال یہ ہے کہ ۵،۶ جنوری ۱۹۴۴ء کی درمیانی شب خواب دیکھنے کے بعد اُنہیں دعویٰ کرنے کی کیوں اور کہاں سے ضرورت پیش آ گئی؟ کیا خواب دیکھنے کے بعد پیشگوئی مصلح موعود کی نوعیت بدل گئی اور یہ ماموروالی پیشگوئی بن گئی تھی؟۔چوہدری صاحب۔اگر یہ پیشگوئی خلیفہ ثانی کے اعصاب پر سوار نہیں تھی تو پھر وہ خواب دیکھنے اور دعویٰ کرنے سے پہلے یہ قیاس اور اندازے کیوں لگاتے رہے۔؟ (ثانیاً) خلیفہ ثانی ان الفاظ میں افراد جماعت کو ایک بار پھر یہ پیغام دے رہے ہیں اور اِن کو قائل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اگر میں دعویٰ نہ بھی کروں تب بھی میں ہی مصلح موعود ہوں اور اس پیشگوئی کا مصداق مجھے ہی سمجھنا۔لیکن آپ کی یہ گول مول باتیں اس حقیقت کی تصدیق کر رہی ہیں کہ آپ جانتے تھے کہ اگر کوئی اور شخص مصلح موعود ہوا اور وہ آپکے بعد آیا تو آپکا دعویٰ کرنا بڑی بھاری غلطی اور حماقت ہوگی۔اس لیے آپ کی یہ کوشش تھی کہ مجھے دعویٰ بھی نہ کرنا پڑے اور میں مصلح موعود بھی تسلیم کیا جاؤں۔(ثالثاً) وہ یہ بات بھی کہتے ہیں کہ امت محمدیہ میں کسی مجدد نے دعویٰ نہیں کیا لہٰذا پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق کو بھی کسی دعویٰ کی ضرورت نہیں بلکہ اسکے کارناموں سے ہی اس کو پہچانا جائے گا۔خلیفہ صاحب پیشگوئی کے مصداق ہونے کے پیمانے کا تعین بھی خود ہی کر رہے ہیں کہ اُسکے کاموں کی وجہ سے اُسے پہچانا جائے گا۔تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ خواب دیکھنے کے بعد اُنہوں نے حلفاً دعویٰ مصلح موعود کیوں کیا؟ یہ بات یاد رکھیں کہ اگر کسی موعود وجود کی بشارت دی گئی ہوتو وقت مقررہ پر جب اللہ تعالیٰ اُس موعود کو کسی پیشگوئی کے مصداق ہونے کا علم دیتا ہے تو پھر لازماً اُس موعود کو دعویٰ کر کے اُس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا اعلان کرنا پڑتا ہے۔

چوہدری صاحب! اب سوال یہ ہے کہ اگر پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق کی پہچان لوگوں نے اُسکے کارناموں کی بدولت ہی کرنی تھی تو پھر خواب دیکھنے کے بعد خلیفہ صاحب نے ۱۹۴۴ء میں دعویٰ مصلح موعود کیوں کیا تھا؟ یہ سب متضاد باتیں بتا رہی ہیں کہ خلیفہ ثانی کو اس پیشگوئی کا بہت خوف تھا اور وہ ''نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری'' کے محاورے کے مطابق پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق اپنا یہ خوف دور کرنا چاہتے تھے۔۔۔فَتَدَبَّرُوْا اَیُّھَا الْعَاقِلُوْن۔

واضح رہے کہ ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کے مصداق کے متعلق حضورؑ فرماتے ہیں مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا۔

''اے فخر رسل قرب تو معلومم شد ۔ دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ''

اے رسولوں کے فخر تیرا خدا کے نزدیک مقام قرب مجھے معلوم ہو گیا ہے تو دیر سے آیا ہے (اور) دور کے راستہ سے آیا ہے۔(مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۱۹۱)

عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس مصلح موعود کو رسولوں کے فخر کا خطاب دے رہا ہے اور خلیفہ ثانی صاحب فرما رہے ہیں کہ اس موعود کو دعویٰ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔لوگ اُسکے کارناموں کی وجہ سے اُسے پہچانیں گے۔عجیب تضاد ہے خلیفہ ثانی کی اپنی باتوں میں۔لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ اس مصلح موعود نے اپنے وقت پر کھڑا ہونا ہے۔جب اللہ تعالیٰ اس موعود کو اپنی جناب سے اُسے پیشگوئی کے مصداق ہونے کا قطعی علم اور قطعی ثبوت دیدے گا تو پھر وہ مصلح موعود کا دعویٰ کر کے لوگوں کو اپنے مقابلہ پر بلائے گا۔لیکن لوگ لاجواب ہو کر اس کے مقابلہ پر نہیں آئیں گے۔اور اس طرح حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی ایک اور پیشگوئی اُسکے وجود میں روز روشن کی طرح پوری ہو جائے گی۔'' اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دینگے۔'' (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹)

خلیفہ ثانی صاحب ۷۔جولائی ۱۹۳۹ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

(۴)''اگر مجھ پر تمام علامات چسپاں ہو رہی ہوں اور جس قدر نشانات مصلح موعود کے بتائے گئے ہوں وہ سب مجھ پر پورے ہو رہے ہوں۔۔۔۔تو کوئی لاکھ شور مچاتا رہے کہ یہ مصلح موعود نہیں دنیا اسکی بات پر کان نہیں دھرے گی۔'' (الفضل مورخہ ۲۔اگست ۱۹۳۹ء)

جناب چوہدری صاحب! خلیفہ ثانی کو اگر پیشگوئی مصلح موعود میں دلچسپی نہیں تھی تو پھر دعویٰ سے پہلے آپ ایسی بہکی بہکی باتیں کیوں کہتے رہے۔؟ آپکی یہ باتیں غمازی کر رہی ہیں کہ آپ کو اس پیشگوئی میں بہت دلچسپی تھی اور آپ ۱۹۴۴ء سے پہلے یعنی جولائی ۱۹۳۹ء میں ہی مصلح موعود بنے ہوئے تھے۔بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں اور اس میں قطعاً کوئی جھوٹ نہیں ہے کہ خلیفہ ثانی خلافت کی گدی پر براجمان ہوتے ہی مصلح موعود بن بیٹھے تھے۔جنوری ۱۹۴۴ء میں خواب وغیرہ کا دیکھنا تو افراد جماعت کو دھوکہ دینے کیلئے محض ایک فریب تھا۔ایک اور جگہ پر آپ فرماتے ہیں۔

(۵)''پس میں مصلح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔اگر میں ہوں تو الحمدللہ۔دعویٰ سے فائدہ نہیں۔اگر میں نہیں تو اس احتیاط سے میں ایک غلطی سے محفوظ ہو گیا۔'' (تاریخ احمدیت جلد نہم (۹) صفحہ ۴۸۷)

جناب چوہدری صاحب! خلیفہ ثانی کے ان الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ پیشگوئی مصلح موعود نے خلیفہ ثانی کو اپنے طرف ہمہ وقت متوجہ کر رکھا تھا اور وہ اسکے متعلق ہمیشہ غور و فکر کرتے

رہتے تھے۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ اگر کوئی اور پیشگوئی کا مصداق ہوا تو میرا دعویٰ مصلح موعود کرنا بہت بڑی غلطی ہوگی لیکن بالآخر اُنہوں نے یہ غلطی ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء میں ایک خواب کی بنیاد پر دعویٰ کر کے کر ڈالی۔ خلیفہ ثانی صاحب ۵۔۶۔ جنوری ۱۹۴۴ء کی درمیانی رات خواب دیکھنے کے بعد ۲۸۔ جنوری ۱۹۴۴ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

(۶) ''لوگوں نے کہا اور بار بار کہا کہ آپکی ان پیشگوئیوں کے بارے میں کیا رائے ہے مگر میری یہ حالت تھی کہ میں نے سنجیدگی سے ان پیشگوئیوں کو پڑھنے کی بھی کوشش نہیں کی اس خیال سے کہ میرا نفس مجھے کوئی دھوکہ نہ دے اور میں اپنے متعلق کوئی ایسا خیال نہ کر لوں جو واقعہ کے خلاف ہو۔'' (الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کالم ۲)

جناب چوہدری صاحب! خاکسار نے اس حوالہ سے پہلے خلیفہ ثانی کے جو بیانات درج کیے ہیں اُن سے بالکل عیاں ہے کہ خواب دیکھنے کے بعد جس نفس سے بچنے کی خلیفہ ثانی بات کر رہے ہیں وہ نفس تو اُن پر خلیفہ بننے کے بعد مکمل طور پر غلبہ پا چکا تھا اور اُن میں یہ شدید خواہش پیدا کر چکا تھا کہ لوگ کسی طرح یہ پیشگوئی مجھ پر چسپاں کر دیں۔ اور اس غرض کو پورا کرنے کیلئے آپ نے مختلف بیانات کے ذریعہ ہر قسم کا مواد لوگوں کے آگے رکھ دیا تا کہ اُنہیں اس پیشگوئی کو آپ پر چسپاں کرنے میں کوئی دقت محسوس نہ ہو۔ اسی خطبہ جمعہ میں آپ فرماتے ہیں۔

(۷) ''آج میں نے پہلی دفعہ وہ تمام پیشگوئیاں منگوا کر اس نیت سے دیکھیں کہ میں ان پیشگوئیوں کی حقیقت کو سمجھوں اور دیکھوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کیا کچھ بیان فرمایا ہے۔'' (الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کالم ۲)

برادرم چوہدری صاحب۔ جون ۱۹۳۷ء میں خلیفہ ثانی صاحب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو خط میں فرماتے ہیں کہ ''جہاں تک میں نے اِن پیشگوئیوں پر غور کیا ہے تو نوے (۹۰) فیصدی باتیں میرے زمانہ خلافت کی کامیابیوں سے تعلق رکھتی ہیں''۔ جنوری ۱۹۴۴ء میں خواب دیکھنے کے بعد دعویٰ کرتے وقت خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔ ''آج میں نے پہلی دفعہ وہ تمام پیشگوئیاں منگوا کر اس نیت سے دیکھیں کہ میں ان پیشگوئیوں کی حقیقت کو سمجھوں اور دیکھوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کیا کچھ بیان فرمایا ہے۔'' چوہدری صاحب۔ آپ خود ہی بتائیں کہ خلیفہ ثانی کے اِن دو متضاد بیانات میں سے کس کو سچا سمجھا جائے۔؟

بیانات کے پس پردہ خلیفہ صاحب کی مخفی خواہش۔ برادرم چوہدری صاحب! خلیفہ ثانی کے متذکرہ بالا بیانات سے ظاہر ہے کہ پیشگوئی مصلح موعود ہوش سنبھالتے ہی آپ کے اعصاب پر سوار تھی۔ پھر خلیفہ بننے کے بعد ۱۹۴۴ء تک جماعتی خدمات اس رنگ میں سرانجام دیتے رہے تا کہ بعد ازاں اِن کامیابیوں کی بنیاد پر لوگ اُنہیں اِنکے دعوے کے بغیر ہی پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق قرار دیدیں۔ اور عجیب بات ہے کہ جب شیطان کی آنت کی طرح ایک طویل اور مبہم خواب کی بنیاد پر دعویٰ مصلح موعود کرنے لگے تو آپ فرماتے ہیں ''آج میں نے پہلی دفعہ وہ تمام پیشگوئیاں منگوا کر اس نیت سے دیکھیں کہ میں ان پیشگوئیوں کی حقیقت کو سمجھوں اور دیکھوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کیا کچھ بیان فرمایا ہے۔'' چوہدری صاحب۔ خلیفہ صاحب کے اِن تمام بیانات کو یکجائی طور پر دیکھ کر آپ خود اندازہ کر لیں کہ خلیفہ ثانی کے بیانات میں کتنا تضاد تھا اور یہ تضاد ہی اُنکے دعویٰ مصلح موعود کے جھوٹا ہونے کی چغلی کھا رہا ہے۔ دعویٰ مصلح موعود سے پہلے جس اِنسان کے پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق اِیسے وِچار ہوں تو پھر ایسے اِنسان کا مندرجہ بالا خواب (بلی کو چھیچھڑوں کے خواب) کی طرح کا کوئی خواب دیکھ لینا نہ صرف ممکن ہے بلکہ وہ ایسا خواب ضرور دیکھے گا ۔ مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اِشارہ

جھوٹے ملہم کیلئے قرآن مجید میں وعید۔ برادرم چوہدری صاحب۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کے ذکر میں فرماتا ہے۔

''وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِO لَاَخَذْ نَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِO ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَO فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَO'' (سورۃ الحاقہ آیات نمبر ۴۵ تا ۴۸) ترجمہ۔ اور اگر یہ شخص (محمد ﷺ) ہماری طرف جھوٹا اِلہام منسوب کر دیتا، خواہ ایک ہی ہوتا۔ تو ہم یقیناً اِس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ اور اِس کی رگ جان کاٹ دیتے۔ اور اِس صورت میں تم میں سے کوئی نہ ہوتا جو اِسے درمیان میں حائل ہو کر (خدا کی پکڑ سے) بچا سکتا۔ (ترجمہ از تفسیر صغیر)

اِن آیاتِ اِلٰہی کی روشنی میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ جھوٹے مدعی اِلہام کے متعلق فرماتے ہیں:۔

''اِسی وجہ سے میں بار بار کہتا ہوں کہ صادق کیلئے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر اور خدا پر اِفترا کر کے آنحضرت ﷺ کے زمانہ نبوت کے موافق یعنی تیئیس (۲۳) برس تک مہلت پا سکے ضرور ہلاک ہوگا۔'' (اربعین نمبر ۴ (دسمبر ۱۹۰۰ء) بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۳۴)

جناب چوہدری صاحب! واضح رہے کہ صادقوں کو مخالفین اور کفار اَیذ یتیں دیا کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات اُنکے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول اور مصلحین شہید بھی ہوئے ہیں۔ لیکن دنیائے مذہب میں ہمیں کسی ایک صادق کی بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کفار کے ہاتھوں اُسکی شہ رگ قطع ہوئی ہو۔ جھوٹے مدعی اِلہام کی شہ رگ کا قطع ہو جانا اُسکے مفتری ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ایسے لوگوں کیلئے یہ سزا مقرر کر چھوڑی ہے اور اس سے کسی بھی متقی مسلمان کو مفر نہیں۔ اب قرآن مجید کی روشنی میں زکی غلام

سے متعلق مبشر الہامات (جن کا ذکر آگے آئے گا) سے یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ خلیفہ ثانی نے حلف اُٹھا کر جو دعویٰ مصلح موعود کیا تھا وہ دعویٰ قطعی طور پر ایک جھوٹا دعویٰ تھا ۔اب سوال یہ ہے کہ آیا خلیفہ ثانی مفتری علیٰ اللہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزا کی زد میں آئے تھے یا کہ نہیں ۔؟ خاکسار یہاں عرض کرتا ہے کہ متذکرہ بالا قطع وتین کا یہ قرآنی فرمان اپنی قہری تجلّی کیساتھ خلیفہ ثانی کی ذات میں پورا ہوا اور تاریخ احمدیت میں یہ ایک ایسا منفرد واقعہ ہے جس سے کسی احمدی کیلئے انکار ممکن نہیں ۔خلیفہ ثانی کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کے دس سال بعد یعنی دس (۱۰) مارچ ۱۹۵۴ء کے دن آیاتِ مذکورہ بالا کی وعید جس طرح پوری ہوئی اُسکی تفصیل مولوی ابُو العطاء صاحب جالندھری مدیر ''الفرقان'' کے الفاظ میں درج ذیل ہے ۔آپ لکھتے ہیں :۔

خلیفہ ثانی کی شہ رگ پر قاتلانہ حملہ ۔''مورخہ ۱۰۔مارچ ۱۹۵۴ء بروز بدھ قریباً پونے چار بجے مسجد مبارک ربوہ میں نماز عصر پڑھا کر ہمارے امام ہمام حضرت امیر المومنین مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ بنصرہٖ واپس تشریف لے جارہے تھے کہ محراب کے دروازہ پر اچانک ایک اجنبی نوجوان (مُسَمّٰی عبد الحمید ولد منصب دار قوم جٹ چک نمبر ۲۲۰ ج والا تھانہ صدر لائلپور (فیصل آباد) سابقہ وطن تھانہ کرتار پور تحصیل وضلع جالندھر) نے پیچھے سے جھپٹ کر آپ پر چاقو سے حملہ کر دیا ۔چاقو کا یہ وار حضور ایدہ اللہ بنصرہٖ کی گردن پر شہ رگ کے قریب دائیں طرف پڑا جس سے گہرا گھاؤ پڑ گیا ۔(دراصل چاقو کا یہ وار گردن پر شہ رگ کے قریب نہیں پڑا تھا بلکہ اس سے شہ رگ قطع ہوگئی تھی ۔اِسکی تفصیل آگے آئے گی ۔ناقل) حملہ آور نے دوسرا وار بھی کیا مگر محمد اقبال صاحب محافظ کے درمیان میں آجانے کے باعث اِس مرتبہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہٖ کی بجائے چاقو اُسے جالگا اور وہ زخمی ہوگیا ۔نمازیوں نے حملہ آور کو پکڑنے کی کوشش کی اور کافی جدوجہد کے بعد اُسے قابو میں لایا گیا اور اس کوشش میں بعض دوسرے بھی زخمی ہوئے ۔۔۔۔حضرت امام جماعت احمدیہ زخم لگنے کے فوراً بعد بہتے خون کیساتھ چند احباب کے سہارے سے اپنے مکان میں تشریف لے گئے ۔خون کو ہاتھ سے روکنے کی پوری کوشش کے باوجود تمام راستہ میں اور سیڑھیوں پر خون مسلسل بہتا گیا ،جس سے حضور کے تمام کپڑے ،کوٹ ،مفلر ،سویٹر ،قمیض ،دو بنیانیں اور شلوار خون سے تر بہ تر ہوگئے ۔حضور کیساتھ چلنے والے بعض خدام کے کپڑوں پر بھی مظلوم امام کے مقدس خون کے قطرات گرے (خاکسار اُبو العطا کے کوٹ ،پاجامہ اور پگڑی پر بھی اس پاک خون کے قطرات پڑے ہیں) مکان پر پہنچ کر اِبتدائی مرہم پٹی جناب ڈاکٹر صاحبزادہ منور احمد صاحب ایم بی بی ایس اور جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے کی ۔اور زخم کو صاف کر کے اور ٹانکے لگا کر سی دیا ۔اِبتداء میں یہ خیال تھا کہ زخم پون انچ گہرا اور تین انچ چوڑا ہے ۔لیکن جب رات کو لاہور سے مشہور سرجن جناب ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب تشریف لائے اور اُنہوں نے زخم کی حالت دیکھ کر ضروری سمجھا کہ ٹانکے کھول کر پوری طرح مُعائنہ کیا جائے تو معلوم ہوا کہ زخم بہت زیادہ خطرناک اور سوا دو انچ گہرا اور شاہ رگ کے بالکل قریب تک پہنچا ہوا ہے ۔محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنی خداداد مہارت سے کام لے کر قریباً سوا گھنٹہ لگا کر زخم کا آپریشن کیا اور اندر کی شریانوں کا منہ بند کر کے باہر ٹانکے لگا دیئے ۔۔۔۔'' (تاریخ احمدیت جلد ۷ صفحات ۲۳۰ تا ۲۳۱)

زخم شہ رگ کے قریب تھا یا کہ قطع وتین ہوگئی تھی ۔؟ چاقو کا یہ زخم کافی لمبا اور گہرا تھا لیکن بعد ازاں دھیرے دھیرے یہ زخم وقت کیساتھ جلد مندمل ہوتا گیا ۔زخم کے مندمل ہو جانے کے باوجود خلیفہ صاحب ہمہ وقت بے چین رہتے تھے ۔حملہ کے ایک سال بعد اُنہوں نے اپنا مکمل چیک اَپ کروانے کیلئے یورپ جانے کا فیصلہ کیا ۔بعد ازاں یورپ میں زیورچ ،ہمبرگ اور لندن کے چوٹی کے سرجنوں نے اِن کے زخم کا اِنتہائی جدید ایکس ریز کیساتھ تفصیلی معائنہ کیا ۔جیسا کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی کتاب کے درج ذیل حوالہ سے ظاہر ہے :۔

"He was examined very thoroughly by top experts in Zurich,Hamburg and London with such assistance as could be drawn from X-ray impressions,etc., and the unanimous conclusion was that the point of the knife had broken at the jugular vein and was embedded in it.The expert advice was that no attempt should be made to extricate it as the risk to his life involved in any such operation was too serious to be worth taking."(Ahmadiyyat,*the renaissance of Islam*-page No 332 / Tabshir Publications/1978)

''تینوں بڑے شہروں زیورچ ،ہمبرگ اور لندن کے ماہر سرجنوں کی ایکس ریز کے ذریعے اُن کا معائنہ کرنے کے بعد متفقہ رائے یہ تھی کہ چاقو کے بلیڈ کی نوک ٹوٹ کر شہ رگ میں دھنس گئی ہے ۔ماہرین کی یہ رائے تھی کہ اگر ٹوٹی ہوئی نوک شہ رگ سے نکالنے کی کوشش کی گئی تو مریض کی زندگی کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے'' ۔لہٰذا اُنہوں نے شہ رگ میں دھنسی ہوئی یہ چاقو کی نوک نہیں نکالی ۔بعد ازاں دن بدن خلیفہ ثانی کی صحت گرتی گئی ۔فالج بھی ہوگیا ۔شہ رگ پر حملے کے گیارہ سال آٹھ ماہ تکلیف میں گزار کر بالآخر ۸ ۔نومبر ۱۹۶۵ء کو وہ فوت ہوگئے ۔آگے جانے سے پہلے رسالہ اربعین ہی سے حضرت مہدی ومسیح موعودؑ کا ایک اور ارشاد یہاں نقل کیا جاتا ہے ۔آپؑ فرماتے ہیں ۔

’’اور قرآن شریف میں صد ہا جگہ اِس بات کو پاؤ گے کہ خدا تعالیٰ مفتری علی اللہ کو ہرگز سلامت نہیں چھوڑتا اور اِسی دنیا میں اس کو سزا دیتا ہے اور ہلاک کرتا ہے۔‘‘ (اربعین بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۳۴)

جیسا کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی مفتری علی اللہ (جھوٹا مدعی اِلہام) آنحضرت ﷺ کی طرح دعویٰ کے بعد تیئیس (۲۳) سال کا زمانہ نہیں پا سکتا۔ اِسی طرح حضورؑ یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ مفتری علی اللہ کو اللہ تعالیٰ نہ صرف ہلاک کرتا ہے بلکہ اِسے سزا بھی دیتا ہے۔ اگر کوئی محمودی یہ اعتراض کرے کہ خلیفہ ثانی اِس حملے کے نتیجہ میں فوت نہیں ہوئے تھے۔؟ تو جواباً عرض ہے (اولاً) اگر کسی جھوٹے شخص کی شہ رگ کاٹ کر اللہ تعالیٰ اُسے موقعہ پر ہی ہلاک کر دے تو اِس سے مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹے ملہموں کو جو وعید سنائی ہے اُسکی غرض و غایت پوری نہیں ہو سکتی۔ وہ اس طرح کہ جھوٹے ملہم کی ہلاکت (بیشک یہ ہلاکت شہ رگ کے کٹنے سے ہی ہوئی ہو) کے بعد اُس کے مرید تو اُسے مظلوم امام یا شہید اور نہ جانے کیا کیا بناتے پھریں گے لہٰذا اِس طرح ضروری ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایسے مفتری کو نہ صرف تیئیس (۲۳) سال سے کم عرصہ میں ہلاک کرے بلکہ اُسے اذیت ناک سزا بھی دے تا کہ اُسکے مرید اُسے شہید اعظم وغیرہ نہ بنا سکیں۔ (ثانیاً) خلیفہ ثانی صاحب اس حملہ کے فوراً بعد اگر ہلاک ہو جاتے تو پھر لوگوں کو کس طرح پتہ چل سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹے ملہم کیلئے اپنی مقرر کردہ سزا کے مطابق اُسکی شہ رگ قطع کر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت سے پردہ اُٹھانے کیلئے خلیفہ ثانی کو موقعہ پر مرنے سے بچا کر اُنکے طبی معائنوں کے ذریعے قطع وتین کا یہ عبرت ناک ثبوت لوگوں کو دکھا دیا۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ۔ اے سمجھ بوجھ رکھنے والے لوگو! عبرت حاصل کرو۔

برادرم چوہدری صاحب!۔۔۔ آپ سے سوال ہے کہ اگر خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود سچا تھا تو ۱۰۔ مارچ ۱۹۵۴ء کے دن اللہ تعالیٰ کی مدد اُنکے شامل حال کیوں نہ ہوئی اور کیوں جھوٹے ملہم کے متعلق قطع وتین کا قرآنی فرمان اپنی قہری تجلی کیساتھ اُس کی ذات میں پورا ہوا۔۔۔؟؟؟؟؟؟؟

خلیفہ ثانی صاحب کا انجام ۔ اپنے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کے نتیجے میں پہلے خلیفہ ثانی پر قاتلانہ حملے کے نتیجہ میں اُسکی شہ رگ قطع ہوگئی۔ بعد ازاں وہ مفلوج ہو کر آہستہ آہستہ عبرت کا نشان بنتا چلا گیا۔ وہ دماغی طور پر بھی اور جسمانی طور پر بھی اَپاہج ہو کر کم وبیش دس سال بستر مرگ پر ایڑیاں رگڑتا رہا۔ زندگی کے آخری دس سالوں میں جماعتی اُمور سے عملاً لاتعلق ہو چکا تھا۔ بطور یاد دہانی دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ یہ بیانات اور تاثرات میرے نہیں بلکہ خلیفہ ثانی صاحب کے اپنے ہیں جو آپ ہی کے جاری کردہ مؤقر روزنامہ الفضل میں شائع ہوئے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔

(I) ’’مجھ پر فالج کا حملہ ہوا اور اب میں پاخانہ پیشاب کیلئے بھی اِمداد کا محتاج ہوں دو قدم بھی چل نہیں سکتا۔‘‘ (الفضل ۱۲۔ اپریل ۱۹۵۵)

(II) ’’۲۶۔ فروری کو مغرب کے قریب مجھ پر بائیں طرف فالج کا حملہ ہوا اور تھوڑے وقت کیلئے میں ہاتھ پاؤں سے معذور ہو گیا۔ دماغ کا عمل معطل ہو گیا اور دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا۔‘‘ (الفضل ۲۶۔ اپریل ۱۹۵۵)

(III) میں اِس وقت بالکل بیکار ہوں۔ اور ایک منٹ نہیں سوچ سکتا۔‘‘ (۲۶۔ اپریل ۱۹۵۵ء)

اب خلاصۃً عرض کرتا ہوں کہ قرآن کریم اور زکی غلام سے متعلقہ مبشر اِلہامات کی روشنی میں یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کی نرینہ اولاد کو پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت سے ویسے ہی باہر کر دیا تھا اور سنت اللہ کے مطابق حضورؑ کا کوئی بھی لڑکا مصلح موعود نہیں ہو سکتا۔ (۱) خلیفہ ثانی صاحب نے دسمبر ۱۹۴۴ء میں حلفاً جھوٹا دعویٰ مصلح موعود کیا تھا۔ کیا یہ جھوٹ ہے؟ (۲) ۱۰۔ مارچ ۱۹۵۴ء کو بوقت پونے چار بجے اُسکی شہ رگ پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ کیا یہ جھوٹ ہے؟ (۳) یورپ کے تین بڑے شہروں کے سرجنوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ دیا تھا کہ چاقو کے بلیڈ کی نوک شہ رگ میں دھنسی ہوئی ہے۔ کیا یہ جھوٹ ہے؟ (۴) قطع وتین یعنی شہ رگ کے کٹنے کے نتیجے میں وہ مفلوج ہو گئے تھے۔ کیا یہ جھوٹ ہے؟ (۵) قریباً دس سال تک بستر مرگ پر اَپاہج ہو کر لیٹے رہے۔ کیا یہ جھوٹ ہے؟ (۶) مرزا محمود احمد کے اپنے بیانات بھی کیا جھوٹ ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اِس طرح مرزا محمود احمد کے بدانجام نے اُسکے دعویٰ مصلح موعود کے جھوٹے ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ (۷) خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کے جھوٹے ہونے کے بارے میں ایک اور اہم ثبوت کے ضمن میں عرض ہے کہ خلیفہ صاحب کے بقول آپ کو ۱۹۴۲ء میں آپکے خوش کن اور بہترین انجام کے سلسلہ میں ایک اِلہام ہوا تھا۔ آپ لکھتے ہیں۔

’’اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ کہ اُس نے مجھے یہ خوشخبری دی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے کاموں کو پورا کرے گا۔ اور میرا انجام نہایت خوشکن ہوگا۔ چنانچہ ۱۹۴۲ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اِلہاماً فرمایا؛ مَوْتُ حَسَنٍ مَوْتٌ حَسَنٌ فِیْ وَقْتٍ حَسَنٍ کہ حسن کی موت بہترین موت ہوگی اور ایسے وقت میں ہوگی جو بہترین ہوگا۔ اس اِلہام میں مجھے حسن کا بروز کہا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری ذات کیساتھ تعلق رکھنے والی پیشگوئیوں کو پورا کرے گا۔ اور میرا انجام بہترین انجام ہوگا۔ اور جماعت میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہ ہوگی۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ (تفسیر کبیر جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۷)

محترم۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خلیفہ ثانی صاحب کے اپنے اِلہام کے مطابق کیا آپ کا انجام خوش کن اور بہترین انجام ہوا تھا؟ ہرگز نہیں۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ جو ہر بات پر قدرت اور طاقت رکھتا ہے نے خلیفہ ثانی کو خوش کن اور بہترین انجام کی بجائے بد انجام سے دوچار کر کے کیا اُنکے اِلہاموں کی حقیقت واضح نہیں کر دی؟ اور اس طرح جب خلیفہ ثانی صاحب کا اپنے انجام کے متعلق اِلہام نفسانی ثابت ہو گیا تو پھر آپکی خواب اور اس میں جو آپ کو اِلہام ہوا تھا اُس کا کیا اعتبار ہے۔؟؟؟ ؎ کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے
چوہدری صاحب! حضورؑ کے ایک جسمانی لڑکے کی پیشگوئی بطور فرع پیشگوئی مصلح موعود میں شامل ہے۔ مثلاً ''وجیہہ اور پاک لڑکا'' جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ''وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا'' پیشگوئی مصلح موعود کے اس حصے کا مصداق اولاً حضورؑ کا پہلا لڑکا بشیر احمد اوّل تھا۔ بشیر احمد اوّل کی وفات کے بعد بطور مثیل پیشگوئی مصلح موعود کا یہ متعلقہ حصہ بشیر الدین محمود احمد کی طرف منتقل ہو گیا۔ لیکن خلیفہ ثانی صاحب نے مصلح موعود کا دعویٰ کر کے اپنے متعلقہ حصہ سے تجاوز کر کے پیشگوئی مصلح موعود پر عملاً قبضہ کر لیا۔ آپ میری کتاب ''غلام مسیح الزماں'' کا مطالعہ فرما چکے ہیں۔ خاکسار نے کتاب کے پہلے حصے اِلہامی پیشگوئی کا تجزیہ کے دوسرے باب جس کا نام غلام مسیح الزماں ہے میں کامل طور پر ثابت کیا ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد مثیل بشیر احمد اوّل تھے۔ اگر خلیفہ ثانی تقویٰ کی راہوں پر چلتے ہوئے اپنے دعویٰ کو مثیل بشیر احمد اوّل تک محدود رکھتے تو وہ ''ولو تقول علینا'' کی گرفت میں ہرگز نہ آتے لیکن اگر وہ ایسا کرتے تو اُسکی اور اُسکی اولاد کی نفسانی خواہشات اور اُن کا ہزار سالہ حکومت کا خواب پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اُنہوں نے غلطی سے یا جان بوجھ کر مصلح موعود (زکی غلام) کا دعویٰ کر کے اس اِلہامی پیشگوئی پر قبضہ جما لیا اور یہی جرم اُسکی سزا کا موجب بنا۔ ہو سکتا ہے باقی لوگوں کی طرح آپکے ذہن میں بھی یہ سوال پیدا ہو کہ اگر مرزا بشیر الدین محمود احمد غلط تھا اور اتنا بڑا مجرم تھا تو اُس نے جو بہت سارے کارنامے سرانجام دیئے ہیں یا جماعت کو بہت ترقی دی تھی۔ اِس مجرم کے ہاتھوں یہ کارنامے کیسے سرانجام پا گئے۔ جواباً عرض ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کو بطور مثیل بشیر احمد اوّل وہ صلاحیتیں دی گئی تھیں جو جماعتی ترقی اور اُسکے کارناموں کی وجہ بنی ہیں۔ اس میں ہماری کوئی دو رائے نہیں ہیں اور خاکسار اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہے۔ لیکن جب اُس نے ۱۹۴۴ء میں مصلح موعود کا غلط دعویٰ کر کے اِلہامی پیشگوئی پر قبضہ جمایا تو پھر اس وجہ سے وہ مجرم بنا اور سزا پائی۔
برادرم! آگے آپ فرماتے ہیں۔

"At the same time, I also believe that there were many more (thousands may be more) of others Musleh-Mauds at that time of his life."

ترجمہ۔ میں یہ بھی یقین رکھتا ہوں کہ اُنکے (خلیفہ ثانی کے) وقت میں اُنکی زندگی میں بہت زیادہ (ہزاروں یا اُس سے بھی زیادہ) دوسرے مصلح موعود بھی تھے۔
برادرم چوہدری محمد اسلم صاحب! خاکسار آپکے اس نقطہ نظر سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ واضح رہے کہ محمدی تجدیدی سلسلہ میں آنحضرت ﷺ نے دو مجددین (مصلحین) کو بطورِ خاص موعود قرار دیا ہے یعنی ایک مہدی جو اُمت کے وسط میں ظاہر ہوگا اور ایک مسیح جو اُمت کے آخر میں نازل ہونگے۔ اِسی طرح سلسلہ احمدیہ میں بھی محمدی سلسلہ کی طرح عمومی تجدیدی سلسلہ تو قیامت تک جاری و ساری رہے گا لیکن اس سلسلہ میں مصلح موعود یا مجدد موعود ایک ہی ہے ایک سے زیادہ نہیں۔ خاکسار اپنے خداداد فہم کے مطابق لوگوں پر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اُمت محمدیہ میں جس دوسرے موعود وجود کو مسیح ابن مریم قرار دیا ہے احمدی تجدیدی سلسلہ میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے اُسی وجود کو مصلح موعود کا لقب دیا ہے۔ باقی رہا سوال خلیفہ ثانی کے مصلح موعود ہونے کا تو وہ زکی غلام جس کی اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں بشارت عنایت فرمائی تھی وہ موعود مصلح خلیفہ ثانی نہیں تھے اور نہ ہی زکی غلام سے متعلق مبشر اِلہامات کی روشنی میں وہ ہو سکتے ہیں۔
برادرم! آگے آپ لکھتے ہیں۔

"There are many Musleh-Mauds right now all over the words.It is because the word "Musleh" only only only means the one who has been corrected of his errors or in a similar sense "reformed".The word "Maud" only means "as promised" or "the one that was promised".Please, understand that MY Allah has promised to correct the actions of all those who believe in him (Yusleh Lakum Aamal-o-kum) and obey his commandments.I wish I could write in Urdu then it would have been very easy to explain .Unfortunately the term "Musleh" is grossly mistaken as if it means the one who corrects the wrongs of others. Or as if it be a person who is appointed by GOD on exceptional designation of NABI OR

RASOOL.This subject needs more elaboration and perhaps some examples."

ترجمہ۔اب بھی دنیا بھر میں بہت سارے مصلح موعود موجود ہیں۔یہ اِس لیے ہے کہ لفظ مصلح سے مراد صرف صرف اتنا ہے کہ جس کی غلطیوں کی اصلاح ہو چکی ہو یعنی ''اصلاح یافتہ''۔لفظ ''موعود'' سے مراد ہے جس کا وعدہ دیا گیا ہو۔برائے مہربانی اِس بات کو سمجھئے کہ میرے اللہ نے اُن تمام لوگوں کے افعال کی اصلاح کا وعدہ فرمایا ہوا ہے جو اُس پر ایمان لاتے ہیں(یصلح لا کم اعمال کم)اور اُسکے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔میں اُردو میں لکھنا چاہتا تھا اور اِس طرح مجھے اسکی تشریح میں کافی آسانی ہو جاتی۔بدقسمتی سے اصطلاح ''مصلح'' کے بارے میں سخت غلطی لگی ہوئی ہے اور اِس سے مراد دوسروں کی غلطیوں کی اِصلاح کرنیوالا لیا گیا ہے یا اِس سے مراد ایسا شخص لیا گیا ہے جسے اللہ تعالیٰ منتخب کرے یا اِس سے مراد ایسا شخص لیا گیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نبی یا رسول کے غیر معمولی مقام کی طرح منتخب کرے۔اس موضوع کی وضاحت کیلئے مزید تشریح اور شاید کچھ اِمثال کی ضرورت ہے۔

برادرم چوہدری صاحب! آپکی مندرجہ بالا باتوں میں سے بعض کیساتھ خاکسار کا اتفاق نہیں۔اس ضمن میں مختصراً عرض ہے کہ یہ بات تو بالکل درست ہے کہ جو انسان نیک ہو اور وہ روزِ آخرت پر یقین بھی رکھتا ہو تو وہ خواہ کسی بھی دھرم سے تعلق رکھتا ہو۔اگر وہ اپنی زندگی میں نیک اعمال بجالا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکے نیک اعمال کی جزا اُسے ضرور عطا فرمائے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔''إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَالَّذِينَ هَادُواْ وَالنَّصَارَى وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحاً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ ''(البقرہ۔٦٣)جو ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور عیسائی اور صابی، جو کوئی بھی اللہ اور پیچھے آنیوالے دن پر ایمان لاتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے تو اُن کیلئے اُن کا بدلہ اپنے ربّ کے ہاں ہے اور اُن کو کوئی ڈر نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

یہ بھی یاد رہے کہ تمام مذاہب اپنے آغاز میں سچے تھے اور اِنکے بانی بھی سچے تھے۔پھر جیسے جیسے کسی مذہب کے بانی کی وفات پر زیادہ وقت گزرتا گیا تو اُسکی تعلیم میں خرابیاں پیدا ہوتی گئیں۔ہندومت، بدھ مت، یہودیت اور عیسائیت وغیرہ سب اپنے آغاز میں سچے مذاہب تھے لیکن ازاں بعد اِن میں خرابیاں پیدا ہوئیں۔بالآخر پندرہ سو سال پہلے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا ظہور ہوا۔آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے کامل شریعت یعنی قرآن مجید نازل فرما کر اِس کتاب کے متعلق فرمایا''ذَلِكَ الْكِتَابُ لاَ رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ''۔اور پھر اسی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ پر یہ بھی فرمایا کہ''وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ''(ال عمران۔٨٦)اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی (اور) دین چاہے تو وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ دین لانیوالے یعنی بانئے اسلام حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ گذشتہ انبیا کی طرح کسی خاص قوم کی طرف مبعوث نہیں ہوئے بلکہ تمام دنیا کی ہدایت کے واسطے مبعوث فرمائے گئے تھے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔''وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيراً وَنَذِيراً وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ''(سبا۔۲۹)اور (اے محمد ﷺ!) ہم نے تم کو تمام بنی نوع اِنسان کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے جو (مومنوں کو) خوشخبری سنانے والا اور (کافروں کو) ڈرانے والا ہے لیکن اِنسانوں میں سے اکثر اس حقیقت سے واقف نہیں۔

آپ ﷺ کے متعلق مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے''وَمَاأَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ''(الانبیا۔۱۰۸)اور (اے محمد ﷺ) ہم نے تمہیں تمام جہان کیلئے رحمت (بنا کر) بھیجا ہے۔

برادرم! یہ چند باتیں بطور تمہید خاکسار نے اس لیے لکھی ہیں تا کہ ہمیں معلوم ہو کہ اب دینِ اسلام کے علاوہ سارے مذاہب مردہ ہیں اور ساری دینی کتب بھی بجز قرآن مجید نا قابل عمل ہیں۔ہاں اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور اللہ تعالیٰ کا اسکے پیروکاروں سے وعدہ ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کو پکاریں گے تو وہ اُنکی دعائیں سنا کرے گا۔اور پھر دینِ اسلام میں جو وقتاً فوقتاً کمی بیشی ہوتی رہے گی یا قرآن کریم کی جو معنوی تحریف ہوگی وہ اُسکی اصلاح کے لیے اپنے مقرب بندوں میں سے بعض بندوں کو چن کر مبعوث فرماتا رہے گا۔اور جیسا کہ خاکسار پچھلے صفحات میں آنحضرت ﷺ کی ایک صحیح حدیث (سنن ابوداؤد جلد۲ کتاب الملاحم) نقل کر آیا ہے۔اس حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک شخص کو مبعوث کرتا رہے گا جو اس کیلئے اس کے دین کی تجدید کرتا رہے گا۔اس سلسلہ میں ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اگر عالم اسلام کئی براعظموں میں پھیل جائے تو کسی صدی ہجری میں ایک کی بجائے دو مجددین بھی مبعوث ہو سکتے ہیں۔فرض کریں کہ اگر بغرض اصلاح کوئی ایک مجدد یا مصلح ہندوپاک میں مبعوث ہوتا ہے تو اُسی صدی ہجری میں کوئی دوسرا مجدد بعض دینی خرابیوں کی اصلاح کیلئے کسی اور براعظم میں بھی مبعوث ہو سکتا ہے۔اور پھر یہ بھی واضح ہو کہ احمدیت کوئی نیا دین نہیں ہے بلکہ یہ محمدیت کا ہی تسلسل ہے اور اب محمدی برکات اور پیشگوئیاں اِنشاء اللہ تعالیٰ حسب سابق احمدیت میں ظہور پذیر ہوتی رہیں گی۔آنحضرت ﷺ کے غلام حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کا انکار کر کے باقی سب اسلامی فرقے اس تجدیدی نعمت سے محروم ہو گئے ہیں۔اب آئندہ مجددصدی اور مجددِ اسلام یقیناً دائرہ احمدیت میں ہی ظاہر ہوگا۔۲۰۔فروری ۱۸۸٦ء کی اِلہامی پیشگوئی جو ہمارے زیر بحث ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے صرف دو (۲) وجودوں کی بشارت یا وعدہ دیا ہے۔(۱) ایک وجیہہ اور پاک لڑکا (۲) ایک زکی غلام اور حضورؑ نے اِن دونوں وجودوں میں سے صرف زکی غلام کو مصلح موعود کے لقب سے نوازا ہے۔یہ بات بھی قطعی سچ ہے کہ غلام مسیح الزماں یا مصلح موعود یا مجدد موعود حسب سابق صدی ہجری کے سر پر نازل ہوگا۔احمدی سلسلہ جو کہ محمدی سلسلہ کا ظل ہے۔اِس میں

اللہ تعالیٰ بغرض اصلاح اور تجدید محمدی سلسلہ کی طرح قیامت تک مجددین اور مصلحین مبعوث فرماتا رہے گا لیکن اِس سلسلہ میں زکی غلام جسے موعود مصلح کا لقب دیا گیا ہے وہ صرف اور صرف ایک ہی ہے نہ کہ ہزاروں۔ لہٰذا چوہدری صاحب! آپ کا یہ فرمانا کہ ''اب بھی دنیا بھر میں بہت سارے مصلح موعود موجود ہیں'' درست نہیں ہے۔

ثانیاً۔ چوہدری صاحب یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ موعود کا لفظ جس وجود کیساتھ بھی استعمال ہوگا خواہ وہ نبی ہو، مہدی ہو، مسیح ہو، مصلح ہو یا مجدد ہو وغیرہ وہ ہمیشہ کسی دور میں ایک آدھ ہی ہوا کرتا ہے نہ کہ ہزاروں یا لاکھوں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے یسعیاہ نبی کے ذریعے یہودیوں کو ایک مسیح کی بشارت یوں دی تھی۔ ''خداوند آپ تم کو ایک نشان بخشے گا۔ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا پیدا ہوگا اور اُس کا نام عمانوایل رکھے گی'' (یسعیاہ ۷۔۱۴) اب یہودیوں میں یہ مسیح ابن مریم ایک ہی موعود تھا ہزاروں یا لاکھوں نہیں تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے توریت میں جس عظیم الشان نبی اور مثیل موسیٰ کی بشارت دی تھی وہ (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) بھی ایک ہی موعود نبی تھا ہزاروں یا لاکھوں نہیں تھے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اپنی اُمت کو ایک مہدی کی بشارت دی تھی اور کیا مہدی معہود اُمت محمدیہ میں ہزاروں اور لاکھوں ظاہر ہوئے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ سچے مہدی معہود صرف ایک ہی تھے یعنی حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام اگرچہ اُمت میں مدعیان مہدویت کم و بیش چونسٹھ (۶۴) سے زائد ہو گزرے ہیں۔ اسی طرح حضرت مہدیؑ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک زکی غلام کی بشارت بخشی تھی اور یہ مصلح موعود بھی ایک ہی ہے ہزاروں اور لاکھوں نہیں ہیں۔ ویسے بھی یہ ایک کامن سینس (common sense) کی بات ہے کہ موعود ہمیشہ خاص کیلئے آتا ہے نہ کہ عام کیلئے۔ عام مومنین خواہ وہ کتنے ہی نیک اور اصلاح یافتہ ہوں وہ اپنی نیکی اور اصلاح کی بدولت موعود نہیں ہو جایا کرتے بلکہ موعود وہی ہوتا ہے جس کی نسبت وعدہ دیا گیا ہو۔

ثالثاً۔ برادرم آپ نے لفظ ''مصلح'' کی جو تشریح فرمائی ہے وہ بھی نامکمل ہے۔ یاد رہے کہ جب ہم لفظ ''مصلح'' کو ''ل'' کے اوپر زَبر کیساتھ پڑھیں گے تو اِس کے معنی اصلاح یافتہ (reformed) کے ہو جائیں گے۔ لیکن جب ہم لفظ ''مصلح'' کو ''ل'' کے نیچے زیر کیساتھ پڑھیں گے تو اِسکے معنی اصلاح کرنیوالا (reformer)، درست کرنیوالا اور نیکی کی طرف لانیوالا کے ہو جائیں گے۔ لفظ ''موعود'' کے معنی آپ نے درست لکھے ہیں یعنی وہ جس کا وعدہ کیا گیا ہو یا دیا گیا ہو۔ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے اپنے زکی غلام کو مصلح موعود کہا ہے یعنی ل کے نیچے زیر کیساتھ اور اِس طرح اِسکے معنی اصلاح کرنیوالا (reformer) کے ہیں نہ کہ اصلاح یافتہ کے۔ برادرم چوہدری صاحب۔ اگر خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود سچا ثابت ہو جائے تو پھر اِسکے ساتھ ہی میرا دعویٰ خود بخود باطل ہو جائے گا کیونکہ جماعت احمدیہ میں صرف اور صرف ایک ہی مصلح موعود ہے۔ لیکن اگر خلیفہ ثانی کا دعویٰ مصلح موعود ہی غلط تھا تو پھر اُس موعود مصلح نے تو اپنے وقت مقررہ (صدی ہجری کے سر) پر جماعت احمدیہ میں ظاہر ہونا ہے۔

جناب چوہدری صاحب! خاکسار اِنتہائی افسوس کیساتھ یہ عرض کرتا ہے کہ حضرت بانئے جماعتؑ کے بعد خلفائے احمدیت کا کام یہ ہونا چاہیے تھا کہ اگر جماعت احمدیہ میں کوئی بدعت یا کوئی غلطی داخل ہوتی تو وہ کلام اللہ، سنت رسول ﷺ اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے اِلہام اور کلام کی روشنی میں اُسکی اصلاح کرتے لیکن یہ کیا ہوا کہ جو جماعت احمدیہ کے رکھوالے بنے ہوئے تھے یا بنائے گئے تھے اُنہوں نے ہی ہر صدی کے سر پر مجدد کے مبعوث ہونے کے آنحضرت ﷺ کے مقدس اور مبارک اِرشاد پر حملہ کر دیا۔ خلیفہ ثالث مرزا ناصر احمد صاحب ایک خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

''اب جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت پر ۸۶/۸۷ سال گزر گئے تو پہلے قاعدہ کے مطابق آنیوالے مجدد کی تلاش کرنی چاہیے تھی۔۔۔۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ آخری ہزار سال کیلئے آپ آخری خلیفہ اور مجدد الف آخر ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے جو علوم انسان کے ہاتھ میں دیئے ہیں اور قرآن کریم کی تفسیر بیان کی ہے وہ قیامت تک کیلئے کافی ہے۔ (کیا قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کے مبارک ارشادات کے خزانوں میں کوئی کمی رہ گئی تھی اور اگر کوئی کمی رہ گئی تھی تو پھر اب حضرت مسیح موعودؑ کے بعد ایسی کمی کیوں نہیں رہ سکتی؟۔ ناقل) آپکی کتابوں میں سے لوگ ایسے مضامین اخذ کریں گے جو انسان کے مسائل کو حل کرنے میں مدد دیں گے۔ اس لئے اب اس سلسلہ میں کسی نئے آنیوالے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ (آپکو ضرورت نہیں اور آپ ہی کی طرح عالم اسلام کو بھی ایک اُمتی مسیح موعود اور ایک اُمتی نبی کی ضرورت نہیں ہے؟۔ ناقل) باقی رہا تجدید دین کا کام تو وہ ہم میں سے ہر آدمی کر رہا ہے کوئی تھوڑے پیمانہ پر کر رہا ہے کوئی بڑے پیمانے پر۔ پس جماعت احمدیہ کا ہر وہ فرد جو نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر چلتے ہوئے دین اسلام کی خدمت میں وقف ہے پورے طور پر یا جزوی طور پر اور آپکی سچی پیروی میں اپنی جان اور مال کی قربانی سے دریغ نہیں کرتا وہ درحقیقت تجدید دین ہی کا کام کر رہا ہوتا ہے۔ میں اپنے دوستوں کو یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ امیر تیمور نے ایک بادشاہ کے متعلق لکھا ہے جو ان سے معاً پہلے گذرا ہے کہ اس نے صرف ایک بات میں دین کی تجدید کی اس لیے امیر تیمور کے نزدیک ان کو بھی مجدد کہہ سکتے ہیں۔ لیکن وہ خاص سلسلہ جو تیرہ پر ختم ہو گیا اس سلسلہ میں کسی نے نہیں آنا ہاں مگر وہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیلئے بطور ظل کے ہو۔ چنانچہ ایک اور جگہ آپ نے فرمایا ہے خلافت کا سلسلہ آپ کیلئے بطور ظل کے ہے۔ (حالانکہ حضورؑ نے خلافت یعنی امامت کیساتھ مسیح کو بھی اپنا ظل قرار دیا ہے (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۰۸) لیکن اس کا ذکر یہاں دیدہ و دانستہ نہیں کیا گیا۔ ناقل)۔ خلافت کا سلسلہ بطور ظل کے اسلئے ہے کہ خلیفہ وقت قرآن کریم کی تفسیر کرے گا اور اس طرح اپنے زمانہ کے مسائل کو حل کرتا چلا جائے گا اور اس سلسلہ کے کسی نئے مجدد کی ضرورت اس معنی میں نہیں پڑے گی ورنہ تو یہ ظلم ہو جاتا کہ انسانی مسائل پیدا ہو جاتے اور ان کا حل کرنے والا کوئی نہ ہوتا اور کوئی

ایسا طریق نہ بتایا جاتا کہ قرآن کریم سے کیسے حل نکلتا ہے۔(ختم نبوت کی طرح ختم مجددیت کے باطل عقیدے کو رواج دے کر یہ ظلم تو آپ عملاً کر چکے ہیں۔ناقل) پھر اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظل کے طور پر خدا تعالیٰ سے علم حاصل کر کے اور اس سے پیار کر کے اور حضرت نبی کریم پر درود بھیجتے ہوئے خلافت احمدیہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں کوئی نہ کوئی اصل یا بیج مل جاتا ہے جس سے مسائل حل کرنے میں مدد مل جاتی ہے۔''(خطبہ جمعہ مورخہ ۱۹۔مئی ۱۹۷۸ءفرمودہ خلیفۃ المسیح الثالث بمقام فرینکفرٹ جرمنی بحوالہ تین اہم خطبات صفحہ ۴۱ تا ۴۳)

خلیفۃ المسیح الثالث کے یہ الفاظ بہت واضح ہیں اور اِن میں آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق ہر صدی کے سر پر مبعوث ہونیوالے مجدد کی حیثیت کو بہت ثانوی اور بہت غیر اہم قرار دیا گیا ہے۔جبکہ حقیقت اِسکے بالکل برعکس ہے۔یہ یاد رکھیں کہ آنحضرت ﷺ کے مبارک اِرشاد کہ ''ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا'' سے اگر کوئی شخص اِس قسم کی عام تجدید مراد لیتا ہے تو وہ غلطی پر ہے۔آپ ﷺ کے اس اِرشاد سے قطعاً عام تجدید مراد نہیں ہے۔حضور ﷺ کے اِس اِرشاد کے ایسے معنی کرنا دراصل آپکے اِرشاد کی معنوی تحریف ہے۔حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام چونکہ حکم وعدل بن کر آئے ہیں لہٰذا اِس ضمن میں آپؑ کا فیصلہ قطعی اور ناطق ہے۔آپؑ فرماتے ہیں۔

''آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے کہ ہر ایک صدی پر ایک مجدد کا آنا ضروری ہے اب ہمارے علماء کہ جو بظاہر اِتباع حدیث کا دم بھرتے ہیں۔اِنصاف سے بتلاویں کہ کس نے اس صدی کے سر پر خدا تعالیٰ سے اِلہام پا کر مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے یوں تو ہمیشہ دین کی تجدید ہو رہی ہے مگر حدیث کا تو یہ منشاء ہے کہ وہ مجدد خدائے تعالیٰ کی طرف سے آئے گا۔یعنی علوم لدینہ و آیات سماویہ کیساتھ۔اب بتلاویں کہ اگر یہ عاجز حق پر نہیں ہے تو پھر کون آیا جس نے اِس چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کا ایسا دعویٰ کیا۔جیسا کہ اِس عاجز نے کیا۔کوئی اِلہامی دعاوی کیساتھ تمام مخالفوں کے مقابل پر ایسا کھڑا ہوا جیسا کہ یہ عاجز کھڑا ہوا تفکروا و تندموا و اتقوا اللہ و لاتغلوا۔''(روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۷۸ تا ۱۷۹)

جناب چوہدری صاحب! آپ بھی خلیفہ ثالث کی طرح لفظ ''مصلح موعود'' کو عمومیت کا رنگ دے کر ظاہر کر رہے ہیں کہ مصلح موعود کا کیا ہے۔ہر اِنسان جو اپنی اصلاح کر لیتا ہے وہی مصلح موعود ہو جاتا ہے۔برادرم! معذرت کیساتھ ''مصلح موعود'' کی اصطلاح کے متعلق آپ کا یہ فہم درست نہیں ہے۔دین اسلام میں ایک مجدد کی شان کیا ہے اور اُسکی بعثت کے اغراض و مقاصد کیا ہوتے ہیں؟ اِس موضوع پر حضورؑ(حکم وعدل) نے اِنتہائی خوبصورتی کیساتھ روشنی ڈالی ہے۔آپؑ فرماتے ہیں۔

''اب یہ بھی یاد رہے کہ وہ اسلام جس کی خوبیاں ہم بیان کر چکے ہیں وہ ایسی چیز نہیں ہے جس کے ثبوت کیلئے ہم صرف گذشتہ کا حوالہ دیں اور محض قبروں کے نشان دکھلا دیں۔اِسلام مردہ مذہب نہیں تا یہ کہا جائے کہ اُسکی سب برکات پیچھے رہ گئی ہیں اور آگے خاتمہ ہے۔اسلام میں بڑی خوبی یہی ہے کہ اُسکی برکات ہمیشہ اِس کے ساتھ ہیں اور وہ صرف گذشتہ قصوں کا سبق نہیں دیتا بلکہ موجودہ برکات پیش کرتا ہے دنیا کو برکات اور آسمانی نشانوں کی ہمیشہ ضرورت ہے۔یہ نہیں کہ پہلے تھیں اور اب نہیں ہیں۔ضعیف اور عاجز انسان جو اندھے کی طرح پیدا ہوتا ہے ہمیشہ اِس بات کا محتاج ہے کہ آسمانی بادشاہت کا اُس کو کچھ پتہ لگے۔اور وہ خدا جس کے وجود پر ایمان ہے اُسکی ہستی اور قدرت کے کچھ آثار بھی ظاہر ہوں پہلے زمانہ کے نشان دوسرے زمانہ کیلئے کافی نہیں ہو سکتے کیونکہ خبر معائنہ کی مانند نہیں ہو سکتی اور اِمتداد زمانہ سے خبریں ایک قصہ کے رنگ میں ہو جاتی ہیں۔ہر ایک نئی صدی جو آتی ہے تو گویا ایک نئی دنیا شروع ہوتی ہے۔اِس لیے اسلام کا خدا جو سچا خدا ہے ہر ایک نئی دنیا کیلئے نئے نشان دکھلاتا ہے اور ہر ایک صدی کے سر پر اور خاص کر ایسی صدی کے سر پر جو ایمان اور دیانت سے دور پڑ گئی ہے اور بہت سی تاریکیاں اپنے اندر رکھتی ہے ایک قائم مقام نبی کا پیدا کر دیتا ہے جس کے آئینہ فطرت میں نبی کی شکل ظاہر ہوتی ہے اور وہ قائم مقام نبی متبوع کے کمالات کو اپنے وجود کے توسّط سے لوگوں کو دکھلاتا ہے اور تمام مخالفوں کو سچائی اور حقیقت نمائی اور پردہ دری کی رُو سے ملزم کرتا ہے۔سچائی کی رو سے اس طرح کہ وہ سچے نبی پر ایمان نہ لائے پس وہ دکھلاتا ہے کہ وہ نبی سچا تھا اور اُسکی سچائی پر آسمانی نشان یہ ہیں اور حقیقت نمائی کی رُو سے اس طرح کہ وہ اس نبی متبوع کے تمام مغلقات دین کا حل کر کے دکھلا دیتا ہے۔اور تمام شبہات اور اعتراضات کا استیصال کر دیتا ہے۔اور پردہ دَری کے رُو سے اس طرح کہ وہ مخالفوں کے تمام پردے پھاڑ دیتا ہے اور دنیا کو دکھلا دیتا ہے کہ وہ کیسے بیوقوف اور معارف دین کو نہ سمجھنے والے اور غفلت اور جہالت اور تاریکی میں گرنے والے اور جناب اِلٰہی سے دُور و مہجور ہیں۔اِس کمال کا آدمی ہمیشہ مکالمۂ الٰہیہ کا خلعت پا کر آتا ہے۔اور زکی اور مبارک اور مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔اور نہایت صفائی سے ان باتوں کو ثابت کر کے دکھلا دیتا ہے کہ خدا ہے اور وہ قادر اور بصیر اور سمیع اور علیم اور مدبر بالا رادہ ہے اور درحقیقت دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اہل اللہ سے خوارق ظاہر ہوتے ہیں۔پس صرف اتنا ہی نہیں کہ وہ آپ ہی معرفت اِلٰہیہ سے مالا مال ہے بلکہ اس کے زمانہ میں دنیا کا ایمان عام طور پر دوسرا رنگ پکڑ لیتا ہے اور وہ تمام خوارق جن سے دنیا کے لوگ منکر تھے اور ان پر ہنستے تھے اور اُن کو خلاف فلسفہ اور نیچر سمجھتے تھے۔یا اگر بہت نرمی کرتے تھے تو بطور ایک قصہ اور کہانی کے ان کو مانتے تھے۔اب اُسکے آنے سے اور اُس کے عجائبات ظاہر ہونے سے نہ صرف قبول ہی کرتے ہیں بلکہ اپنی پہلی حالت پر روتے اور تأسّف کرتے ہیں کہ وہ کیسی نادانی تھی جس کو ہم عقل مندی سمجھتے تھے اور وہ کیسی بیوقوفی تھی جس کو ہم علم اور حکمت اور قانون قدرت خیال کرتے تھے۔غرض وہ خلق اللہ پر ایک شعلہ کی طرح

گرتا ہے اور سب کو کم وبیش حسب اِستعداد مختلفہ اپنے رنگ میں لے لیتا ہے۔ اگرچہ وہ اوائل میں آزمایا جاتا اور تکالیف میں ڈالا جاتا ہے اور لوگ طرح طرح کے دکھ اس کو دیتے اور طرح طرح کی باتیں اُسکے حق میں کہتے ہیں اور انواع اقسام کے طریقوں سے اس کو ستاتے اور اُس کی ذلت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ برہان حق اپنے ساتھ رکھتا ہے اِسلئے آخر اُن سب پر غالب آتا ہے۔ اور اُسکی سچائی کی کرنیں بڑے زور سے دنیا میں پھیلتی ہیں اور جب خدائے تعالیٰ دیکھتا ہے کہ زمین اُسکی صداقت پر گواہی نہیں دیتی تب آسمان والوں کو حکم کرتا ہے کہ وہ گواہی دیں۔ سو اُس کیلئے ایک روشن گواہی خوارق کے رنگ میں دعاؤں کے قبول ہونے کے رنگ میں اور حقائق ومعارف کے رنگ میں آسمان سے اُترتی ہے اور وہ گواہی بہروں اور گونگوں اور اندھوں تک پہنچتی ہے اور بہتیرے ہیں جو اِس وقت حق اور سچائی کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ مگر مبارک وہ جو پہلے سے قبول کر لیتے ہیں کیونکہ اُن کو بوجہ نیک ظن اور قوت ایمان کے صدیقوں کی شان کا ایک حصہ ملتا ہے اور یہ اُس کا فضل ہے جس پر چاہے کرے۔'' (آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۴۵ تا ۲۵۱)

برادرم جناب محمد اسلم صاحب آگے آپ فرماتے ہیں:۔

"I had simply requested your Honour, that I want to confirm from you, How and in what form the Almi-GHTY ALLAH communicated to your Honour that you are the Musleh- Maud. I just want to know the "words"or depiction of the words of that revelation that my GOD may have used to communicate with your Honour. I have no doubt about the existence of that communication,I just want to see, read and analyze that communication (words, dream or vision), myself. Kindly, write the exact words of the Wahee, that lead you to believe that you are the promised REFORMER "Musleh-Maud".It is difficult for me to check all those books and letters. Will you please, deliver those words of GOD to the person who requests you in the name of GOD"

ترجمہ۔ میں نے صرف آپ سے درخواست کی ہے کہ میں اِسکی تصدیق کرنا چاہتا ہوں کہ کس صورت میں خدائے قدیر نے آپ سے بات کر کے آپ کو مصلح موعود ہونے کا بتایا ہے۔ میں صرف وہ الفاظ جاننا چاہتا ہوں یا اُس وحی کا بیان جو میرے خدا نے آپ سے بات (communication) کرتے وقت استعمال کیے ہیں۔ مجھے اِلٰہی مکالمہ مخاطبہ پر کوئی شک نہیں ہے۔ میں صرف اُس مکالمہ (الفاظ، خواب یا کشف) کو دیکھنا، پڑھنا اور اِس کا اپنے طور پر تجزیہ کرنا چاہتا ہوں۔ برائے مہربانی وحی کے وہ الفاظ لکھیں جن کی وجہ سے آپ کو اپنے مصلح موعود ہونے کا یقین ہوا ہے۔ میرے لیے اُن کتب اور خطوط کی پڑتال کرنا مشکل ہے۔ کیا آپ برائے مہربانی خدا کے اُن الفاظ کو اُس شخص کو بتاؤ گے جو آپ سے خدا کے نام پر درخواست کرتا ہے۔

برادرم محمد اسلم چوہدری صاحب! خاکسار آپکے سوال کا براہِ راست (direct) جواب دینے سے پہلے وحی اور اِلہام کی حقیقت سے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

وحی اور الہام کی حقیقت۔ وحی والہام کیا ہے؟ عام طور پر وحی اور الہام سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ قرآنی وحی کی طرح لکھی ہوئی کوئی تحریر ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر نازل فرما دیتا ہے۔ وحی اور الہام کے متعلق ایسا فہم اگرچہ درست ہے لیکن کچھ تشریح طلب ہے۔ جہاں تک قرآن کریم کی وحی کا تعلق ہے تو وہ ایک ایسی وحی متلو ہے جس کو صرف اور صرف آنحضور ﷺ کے عظیم اور پاک دل نے برداشت کیا۔ ایسی وحی کی مثال نہ تو قرآن کریم کے نزول سے پہلے کی وحیوں میں سے دی جاسکتی ہے اور نہ ہی قرآن کریم کے نزول کے بعد ایسا عظیم الشان کلام کسی پر نازل ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ یہ نزول وحی کا ایک انفرادی واقعہ تھا۔ نہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ایسا انسان دوبارہ دنیا میں پیدا ہوا اور نہ ہی ایسی عظیم الشان وحی کسی انسان پر نازل ہو۔ وحی والہام کا سلسلہ تو ہمیشہ جاری وساری ہے۔ یہ سلسلہ بند نہیں ہوسکتا۔ ہاں البتہ جس طرح کہا جاتا ہے کہ ''جیسی رُوح ویسے فرشتے''۔ اِسی مثل کے مطابق جیسی کسی کی روحانی حالت ہوگی اُسی کے مطابق اللہ تعالیٰ اُس سے کلام بھی فرمائے گا۔ جہاں تک وحی والہام کے معنی کا تعلق ہے تو اِن کے لغوی معانی فقط کسی کو کوئی چیز سمجھانا، خفیہ اِشارہ کرنا، دل میں ڈالنا اور حکم دینا کے ہیں اور اس کی لامحدود اقسام ہیں۔ مثلاً وحی متلو اور وحی غیر متلو، وحی جلی اور وحی خفی، وحی تسخیر، کشف اور خواب وغیرہ۔ چند وحی کی مثالیں قرآن مجید سے دیتا ہوں۔

مثال نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ''بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا۔'' (زلزال۔۶) اِس لیے کہ تیرے ربّ نے اِس (زمین) کے حق میں وحی کر چھوڑی ہے۔

یہ آیت ہمیں بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے حق میں وحی کی ہوئی ہے یعنی اُسے حکم دیا ہوا ہے۔ مزید برآں اِس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہر سیارہ اللہ تعالیٰ کی وحی کا پابند

ہے اور وہ اپنے خالق اور مالک کی وحی کے مطابق اپنا مفوضہ کام سرانجام دے رہا ہے۔ زمین اور دیگر تمام سیاروں کے طرزِ عمل سے ظاہر ہے کہ یہ سب وحی کیساتھ اپنے اپنے کاموں پر مامور کیے گئے ہیں۔ یہ وحیِ تسخیر کی مثال ہے۔

مثال نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔"وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ہ"(النحل۔۶۹) ترجمہ۔ اور تیرے ربّ نے شہد کی مکھی کو وحی کی یعنی حکم دیا کہ پہاڑوں میں درختوں میں اور لوگوں کی بنائی ہوئی عمارتوں میں اپنے چھتے بنا۔

اب اس آیت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو وحی کی یعنی اُسے حکم دیا یا اُسکے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تو یہ یہ کام کر یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک راستہ اور منزل بتا کر اُسے اس پر لگا دیا۔ اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ شہد کی مکھی ایک کام کیلئے مسخر ہوگئی یا اُسے ایک کام پر مامور کر دیا گیا اور ہمیں شہد کی مکھی پر نزولِ وحی کا یقین کرنے کیلئے اُس کا رَویّہ ہی کافی ہے۔

مثال نمبر۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔"وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ" (القصص۔۸) ترجمہ۔ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی تھی کہ اس کو دودھ پلا۔ پس جب تو اِسکے متعلق خائف ہو تو اس کو دریا میں ڈال دے اور ڈر نہیں اور نہ کسی پچھلے واقعہ کی وجہ سے غم کر ہم اس کو تیری طرف واپس لائیں گے اور اس کو رسولوں میں سے بنائیں گے۔

اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کیلئے اس آیت کی تفسیر میں خاکسار دو نامی مفسروں کے حوالے درج کرتا ہے۔

(۱) اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔"پس جب کہ والدہ موسیٰ ہر وقت کبیدہ خاطر، خوف زدہ اور رنجیدہ رہنے لگیں تو اللہ نے اُن کے دل میں خیال ڈالا کہ اُسے دودھ پلاتی رہے اور خوف کے موقعہ پر انہیں دریائے نیل میں بہا دے۔ جس کے کنارے پر ہی آپ کا مکان تھا۔"(تفسیر ابن کثیر جلد۴ صفحہ۱۰۱)

(۲) اسی آیت کے سلسلہ میں مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں۔"او حینا میں وحی سے الہام اور القاء فی القلب مراد ہے یعنی ہم نے موسیٰ کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ابھی اسے اپنے پاس چھپائے رکھو اور اسے دودھ پلاتی رہو۔ اگر اُسکے قتل کا خطرہ لاحق ہو تو اُسے صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دینا۔"(جواہر القرآن جلد۲ صفحہ۸۵۳)

میں یہاں عرض کرتا ہوں کہ اگر کوئی عورت اپنے شیر خوار بچے کو ایک مضبوط صندوق میں بند کر کے بھی دریا میں بہاتی ہے تو بھی ایسا کرنا بظاہر اپنے بچے کو موت کے حوالے کرنے کے مترادف ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ کوئی عورت ایسا کام کیا شک، وہم یا قیاس کی بنیاد پر کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس حالت میں وہ ضرور سوچے گی کہ شاید گھر میں میرے چھپانے سے بچہ بچ جائے اور دشمنوں کے ہتھے نہ چڑھے۔ لیکن صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈالنا تو قطعی طور پر موت کے حوالے کرنے والی بات ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ اُمِ موسیٰ کو جو وحی ہوئی اور جو اُسکے دل میں خیال ڈالا گیا یا اِلقاء فی القلب کیساتھ جو اُسے حکم ہوا تو یہ اِلقاء فی القلب یا دل کا خیال کتنا عظیم الشان تھا کہ اُس نے اُمِ موسیٰ کو اتنا حق الیقین بخش دیا کہ وہ اپنے لختِ جگر کو صندوق میں ڈال کر دریا میں بہانے پر کمربستہ ہوگئی۔ بظاہر یہاں اُسے کوئی لفظی وحی نہیں ہوئی بلکہ اِلقاء فی القلب ہی ہوا اور ایک بات اُسکے دل میں ڈال دی گئی۔

اب اُمِ موسیٰ پر نزولِ وحی کا یقین کرنے کیلئے ہمارے لیے ازاں بعد اُمِ موسیٰ کا طرزِ عمل ہی کافی ہے۔ اِس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ بعض اوقات وحی متلو یعنی لفظی وحی کے بغیر ہی اِلقاء فی القلب یا کوئی بات دل میں ڈالنے سے ہی کوئی انسان کسی کام کیلئے مامور ہو جاتا ہے۔

مثال نمبر۴۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔"فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ط قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ" (صافات۔۱۰۳) ترجمہ۔ پھر جب بچہ اتنی عمر کو پہنچا کہ اُس کیساتھ چلے پھرے تو ابراہیم نے کہا میرے پیارے بچے میں خواب میں اپنے تئیں تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اب تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے۔؟ بیٹے نے جواب دیا کہ اَبا جو حکم کیا جاتا ہے اُسے بجا لایئے اِنشاءاللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔

اس آیت کی تشریح میں خاکسار پھر ایک حوالہ نقل کرتا ہے۔ مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں۔

"فلما بلغ الخ جب بیٹا ذرا بڑا ہو کر کاموں میں والدِ گرامی کا ہاتھ بٹانے لگا اور سات آٹھ برس کا ہو گیا تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ متواتر تین دن انہوں نے یہ خواب دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ چنانچہ بیٹے سے فرمایا بیٹا! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ بتاؤ اب تمہاری کیا رائے ہے۔؟ بیٹا فوراً سمجھ گیا کہ یہ اللہ کی طرف سے مجھے ذبح کرنے کا حکم ہے کیونکہ انبیاءؑ کے خواب وحی کا حکم رکھتے ہیں۔"(تفسیر جواہر القرآن جلد۳ صفحہ۱۰۰۱)

اب ان الفاظ میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ متواتر تین دن حضرت ابراہیمؑ نے یہ خواب دیکھا۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں تو نہیں ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ واقعہ اسی طرح ہوا ہوگا۔ ایک باپ کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ اور پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کی اس قسم کی عظیم الشان آزمائش کرنا چاہے یا پھر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے کوئی بڑا اور عظیم الشان کام لینا چاہے تو وہ اپنے بندے کو خواب اس رنگ میں دکھاتا ہے کہ اس خواب کے سچا ہونے میں خواب بین کیلئے کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اور خواب میں جو پیغام یا حکم دیا جائے اُسے اِس میں حق الیقین حاصل ہو جائے۔ اور عین ممکن ہے یقین دینے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو تین دن متواتر یہ

خواب دکھایا ہو۔اب سوال یہ ہے کہ یہ کتنا عظیم الشان خواب تھا اور کس عظیم الشان رنگ میں اپنے بندے کو دکھایا گیا کہ وہ اپنے اکلوتے لختِ جگر کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔؟ اس عظیم الشان قربانی کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ پر کوئی لفظی وحی نہیں نازل کی تھی۔صرف ایک خواب دکھایا اور اس رنگ میں دکھایا کہ ابوالانبیا کو کسی لفظی وحی کی ضرورت نہ رہی اور وہ ساری بات کو سمجھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے جگر گوشہ کو قربان کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔ یہ یاد رہے کہ بعض حالات میں لفظی وحی کسی بندے کیلئے اتنی مؤثر نہیں ہوتی جتنی کہ کوئی خواب یا کوئی اور روحانی واقعہ وغیرہ۔اِس حوالہ میں مولانا حسین احمدؒ نے یہ جو فرمایا ہے کہ ''اَنبیاءؑ کے خواب وحی کا حکم رکھتے ہیں'' تو خاکسار اس میں اتنا اضافہ کرتا ہے کہ نہ صرف اَنبیاءؑ کے خواب ہی وحی کا حکم رکھتے ہیں بلکہ ہر ولی اور ہر مومن کا خواب بھی وحی کا حکم رکھتا ہے۔خواب بھی وحی کی ایک قسم ہے بشرطیکہ وہ سچا ہو۔وہ خواب جس میں اللہ تعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ بندے یا وہ بندہ جس کو وہ برگزیدہ کرنا چاہے کوئی مشن (mission) سونپتا ہے تو اللہ تعالیٰ اِیسا خواب اپنے اُس بندے کو اس رنگ میں دکھاتا ہے کہ خواب بین کو نہ صرف اس خواب کے سچا ہونے میں کوئی ادنیٰ سا بھی شک نہ رہے بلکہ اُسے کسی لفظی وحی کی بھی ضرورت نہ رہے۔وحی یا اِلہام کے لغوی معانی اور قرآن کریم کی بعض آیات کی روشنی میں اِسکی مختصراً تشریح کرنے کے بعد اپنے ''روحانی واقعہ'' کا ذکر کرنے سے پہلے خاکسار آپ کیلئے اور اَفادۂ عام کیلئے انتہائی اختصار کیساتھ اپنے دعویٰ سے قبل کے حالاتِ زندگی درج کرتا ہے۔

دعویٰ سے پہلے کی زندگی کا اجمالی خاکہ

خاکسار کا نام عبدالغفار اور فیملی نام جنبہ ہے۔جنبہ جاٹوں کی ایک ذیلی شاخ ہے۔خاکسار پیدائش در پیدائش احمدی ہے۔خاکسار ڈاور (ربوہ سے قریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر مغرب کی طرف ایک گاؤں ہے) کے نزدیک اپنی زمین (farm) پر اپنے ڈیرے ''وکیل والا'' میں ایک کچے مکان میں مارچ ۱۹۵۴ء کی کسی نامعلوم تاریخ کو پیدا ہوا تھا۔مزید برآں میں کسی بڑے زمیندار (Landlord) کا بیٹا نہیں بلکہ ایک کسان کا بیٹا ہوں جس کی کم و بیش ایک مربع زمین تھی۔ہم پانچ بہن بھائی ہیں اور میں سب سے چھوٹا ہوں۔میری والدہ اَن پڑھ تھیں۔میری دونوں بڑی بہنیں بھی سکول نہیں گئیں۔میری والدہ اور میری بہنیں صرف قرآن مجید ناظرہ پڑھ سکیں۔جناب چوہدری محمد اسلم صاحب! میں سمجھتا ہوں کہ میری پیدائش سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت کا نشان بنا چکا تھا اور میری پیدائش حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے موعود ذکی غلام (پاک اور نیک روحانی فرزند) کے طور پر ہوئی تھی لیکن یہ عاجز تیس (۳۰) سال کی عمر تک اِس حقیقت سے کلیۃً بے خبر رہا۔یہ عاجز چھ ماہ کا شیر خوار بچہ تھا جب میرے والد محترم چوہدری شیر محمد صاحب مرحوم اپنے شیر خوار بچے کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی میں دے کر اِس دارالفنا سے کوچ کر گئے اِناللہ واناالیہ راجعون۔محترم والد صاحب نے اِس عاجز کو اللہ تعالیٰ کی سپردگی میں کیسے دیا۔؟ یہ واقعہ میری والدہ محترمہ غلام فاطمہ صاحبہ (مرحومہ) نے مجھے دسمبر ۱۹۸۳ء سے پہلے کئی دفعہ بتایا تھا۔یہ ضمنی واقعہ کچھ اِس طرح ہے۔میرے والد صاحب کی دو چھوٹی بہنیں تھیں۔جب میرے والد صاحب بسترِ مرگ پر تھے تو میری دونوں پھوپھیاں اپنے اکلوتے بھائی کو ملنے کیلئے ہمارے گھر آئیں۔میرے والد صاحب کی وفات کے چند دن پہلے ایک دن میری دونوں پھوپھیاں اپنے قریب المرگ بھائی کے قریب بیٹھی ہوئی تھیں۔میری چھوٹی پھوپھی نے اپنے بیمار بھائی سے کہا کہ آپکے دوسرے بچے تو کچھ بڑے ہیں لیکن عبدالغفار تو صرف چھ ماہ کا ہے۔آپ اِسے کس کے حوالے کر کے جا رہے ہیں۔؟بسترِ مرگ پر پڑے ہوئے بھائی نے جواباً خاموشی کیساتھ اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اُٹھا کر اِشارتاً اپنی بہن کو بتایا کہ میں نے اپنے شیر خوار بچے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے۔

میرے محترم دادا جان چوہدری مہتاب صاحب کے دونوں چھوٹے بھائیوں کے ہاں اولاد نہ ہوئی اور اس طرح میرے والد صاحب تین بھائیوں کی اکلوتی نرینہ اولاد تھے۔اس لحاظ سے آپ اپنی برادری میں سب سے بڑھ کر صاحب حیثیت تھے۔اِسکے باوجود آپ مسکین طبع اور درویش مزاج اِنسان تھے۔آپ نے زندگی بھر دنیوی اُمور میں نہ زیادہ دلچسپی لی اور نہ ہی اِن میں ملوث ہوئے۔آپ قانع تھے اور قناعت کو پسند کرتے تھے۔آپ نے دین کو دنیا پر مقدم کیا ہوا تھا۔آپ احمدیت کے شیدائی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کے معاملہ میں بہت حساس اور محتاط تھے۔ہماری زمین کے اردگرد خودرو جھاڑیوں کا ایک ریتلا صحرا تھا۔خاکسار یہاں اپنے والد صاحب کی نیکی اور زہد و تقویٰ کا ایک واقعہ بیان کرتا ہے۔میری مرحوم والدہ صاحبہ نے یہ واقعہ مجھے کئی دفعہ بتایا تھا۔میرے والد صاحب نے اپنی آدھی سے زیادہ زمین مزارعین کو دے رکھی تھی۔جب یہ مزارعین رات کو آبپاشی کیا کرتے تو آدھی رات کے بعد وہ کھیتوں کے نزدیک جھاڑیوں میں سے میرے والد صاحب کی رونے کی آوازیں سنا کرتے تھے۔یہ مزارعین صبح ہونے پر اپنی بیویوں کو بتاتے کہ ہم رات کو جھاڑیوں میں سے چوہدری شیر محمد کی رونے کی آوازیں سنتے ہیں۔مزارعین کی بیویاں میری والدہ صاحبہ سے پوچھا کرتیں کہ کیا تمہارے گھر میں کوئی لڑائی جھگڑا ہے۔؟ ہمارے خاوند ہمیں بتاتے ہیں کہ وہ اکثر رات کو جھاڑیوں میں سے چوہدری صاحب کی رونے کی آوازیں سنا کرتے ہیں۔میری والدہ نے اُنہیں سمجھایا کہ ہمارے گھر میں کوئی جھگڑا نہیں ہے اور الحمدللہ ہم بہت خوش ہیں۔میرے خاوند خدا پرست انسان ہیں اور آدھی رات کے بعد وہ باہر جا کر تنہائی میں اپنے ربّ کے حضور اِلتجائیں اور دعائیں کرتے ہیں۔

دنیوی تعلیم کا آغاز۔ والدصاحب کی وفات کے وقت میرے دونوں بڑے بھائی چھٹی اور ساتویں کلاس میں پڑھتے تھے۔ والدصاحب کی وفات کے بعد ہمارے گھر کے مالی حالات بہت کمزور ہوگئے اور اِس طرح گھریلو ذمہ داریوں کی وجہ سے میرے بھائیوں کو مجبوراً اپنی پڑھائی چھوڑنی پڑی۔ ہم کسی گاؤں یا شہر کی بجائے اپنی زرعی زمین پر ہی رہتے تھے لہٰذا اِس بحرانی صورتحال میں میں کسی سے قرآن مجید بھی نہ پڑھ سکا۔ اِس لحاظ سے اگر میں اپنے متعلق یہ کہوں کہ میں دینی نقطۂ نظر سے اُمی ہوں تو یہ غلط نہ ہوگا۔ اور ایسا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اُس وقت میری والدہ اور اُسکے یتیم بچے اپنی بقا کی جنگ لڑ رہے تھے اور اُن کے پاس پڑھنے پڑھانے کیلئے نہ وقت تھا اور نہ ہی اِس کا ہوش۔ جب میں چھ یا سات سال کا ہوا تو مجھے میری والدہ نے گورنمنٹ پرائمری سکول ڈاور میں داخل کروادیا۔ آغاز میں میں سکول سے ڈرتا تھا لیکن میری والدہ اور میرے بھائیوں نے پیار اور محبت سے مجھے پڑھنے کی نصیحت کی۔ مجھے بھائیوں نے سمجھایا کہ والدصاحب کی ناگہانی موت کی وجہ سے ہمیں پڑھائی چھوڑنی پڑی۔ اب ہم اَن پڑھ ہیں۔ غفارتم ضرور سکول جاؤ اور پڑھو۔ ہم زمین پر کام کریں گے اور تجھ سے کھیتی باڑی کا کام نہیں کروائیں گے۔ تم پڑھنے کیلئے آزاد ہو۔ اُنہوں نے پھر ساری زندگی مجھ سے کھیتی باڑی کا کام نہیں کروایا۔ اگرچہ میں نے بھی کھیتی باڑی کے سارے کام کیے ہیں لیکن اپنے شوق سے۔ اِس طرح میری دنیوی تعلیم کا آغاز ہوا۔ پڑھائی کے دوران میں نے بھی اپنے گھر والوں کو کبھی مایوس نہ کیا اور ہمیشہ اچھے نمبروں میں پاس ہوتا رہا۔ ڈاور ہماری زمین سے دوکلومیٹر تھا اور میں سکول پیدل جاتا تھا۔ پرائمری کے بعد گورنمنٹ مڈل سکول احمد نگر میں داخل ہوگیا۔ احمد نگر ایک قصبہ تھا اور یہ ہمارے ڈیرے سے قریباً چار کلومیٹر دور تھا اور میں پیدل ہی سکول جاتا تھا۔ نصیر احمد قمر جو خلیفہ رابع صاحب کے پرائیویٹ سیکرٹری رہے ہیں اور آجکل غالباً ہفتہ وار الفضل لندن کے ایڈیٹر ہیں۔ وہ احمد نگر سکول میں میرے کلاس فیلو تھے۔ جنوری یا فروری ۱۹۶۹ء میں خاکسار نے مڈل سکول کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا اور سکول میں میری دوسری پوزیشن تھی۔ گورنمنٹ مڈل سکول احمد نگر میں ایک طویل برآمدہ تھا۔ اِس برآمدے کے کئی گول دروازے تھے۔ ہر دروازے پر گولائی میں نیلے رنگ کیساتھ خوبصورت لکھائی میں کچھ خوبصورت اشعار لکھے ہوئے تھے۔ اِن اشعار میں سے ایک شعر میرے دماغ پر ایسا نقش ہوا جو آج تک نہیں بھولا۔ یہ شعر درجِ ذیل ہے ؎

پھلا پھولا رہے یاربّ چمن میری اُمیدوں کا ۔ جگر کا خون دیدے کر یہ بُوٹے میں نے پالے ہیں

مارچ ۱۹۶۹ء میں خاکسار نویں کلاس میں تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں داخل ہوا۔ ہائی سکول میں میرے سائنس کے مضامین تھے۔ میٹرک بھی میں نے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا اور سکول میں میری تیسری پوزیشن تھی۔ منیر احمد جاوید جو خلیفہ رابع صاحب کے پرائیویٹ سیکرٹری رہے ہیں اور آجکل بھی شاید موجود خلیفہ صاحب کے پرائیویٹ سیکرٹری ہیں وہ دسویں کلاس میں میرے کلاس فیلو تھے۔ میٹرک کے بعد میں نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں داخلہ لیا لیکن اپنی تعلیم باقاعدگی کیساتھ جاری نہ رکھ سکا۔ کچھ وقت کیلئے میں نے اپنے بھائیوں کو یہ بتانے کیلئے کہ کھیتی باڑی کس طرح کرنی چاہیے زمین پر بھی کام کیا۔؟ اِس دوران میں نے انفرادی (privately) طور پر ایف اے اور بی اے کے امتحانات اچھے نمبروں میں پاس کرلیے۔ آغاز سے ہی میرے بھائیوں نے میرے دِل میں علم کا شوق اور جذبہ پیدا کردیا تھا۔ اپنے تعلیمی سفر (career) کے دوران میں ہمیشہ کلاس کا خاموش ترین طالبعلم رہا ہوں۔ میرے تمام ہم جماعت (classfellows) اِس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں۔ میری یہ خاموشی خودساختہ نہیں تھی۔ بھلی یا بُری بہرحال یہ میری فطرت کا خاصّہ تھی۔ دورانِ تعلیم میں ایک اچھا طالبعلم رہا ہوں۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں ایک ذہین طالبعلم تھا تب بھی یہ غلط نہیں ہوگا۔ لیکن میں غیر معمولی یا سخت ذہین وفہیم ہرگز نہیں تھا۔ مجھے اب یقین ہوگیا ہے کہ انسان پیدائشی طور پر سخت ذہین وفہیم نہیں ہوا کرتے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو اُنہیں سخت ذہین وفہیم بناتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح کسی کو سخت ذہین وفہیم بناتا ہے۔؟ ثبوت کیلئے میں یہاں اِسحاق نیوٹن کی مثال پیش کرتا ہوں۔ سراسحاق نیوٹن (Sir Isaac Newton1643-1727) دورانِ تعلیم ایک عام سا (normal) طالبعلم تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُسے سخت ذہین وفہیم کیسے بنایا۔؟ نیوٹن کا ایک ہم عصر مصنف (William Stukeley) اپنی کتاب (Memories of Sir Isaac Newton's life) میں نیوٹن سے اپنی گفتگو کا ایک واقعہ لکھتا ہے جس میں نیوٹن نے اُسے کہا تھا:۔

"When formerly, the notion of gravitation came into his mind. It was occasioned by the fall of an apple, as he sat in contemplative mood.Why should that apple always descend perpendicularly to the ground ,thought he to himself.Why should it not go sideways or upward ,but constantly to the Earth's center."

''پہلے پہلے کششِ ثقل کا خیال جب میرے ذہن میں آیا تو میرے غوروفکر کے دوران ایک سیب کا گرنا اِس کا باعث بنا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ سیب ہمیشہ زمین کی طرف عمودی حالت میں کیوں گرتا ہے۔؟ یہ پہلوؤں کی جانب یا اوپر کی طرف جانے کی بجائے ہمیشہ زمین کے مرکز کی طرف کیوں گرتا ہے۔؟''

اسی طرح مائیکل وائٹ (Michael White) نے اِسی واقعہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"Newton himself often told that story that he was inspired to formulate his theory of gravitation by

watching the fall of an apple from a tree."(White,Michael(1997).Isaac Newton:The Last Sorcerer.p.86)

''نیوٹن نے اکثر خود یہ بیان کیا کہ درخت سے سیب گرنے کے مشاہدے کے وقت اِلہام کے نتیجہ میں میں نے کشش ثقل کا نظریہ وضع کیا تھا۔''

ہم جانتے ہیں کہ زمین پر سیب کا گرنا ایک معمولی سا واقعہ ہے۔ نیوٹن سے پہلے بھی بہت سارے لوگوں نے سیبوں یا اینٹوں حتیٰ کہ پتھروں کو زمین پر گرتے دیکھا ہوگا لیکن اِن میں سے کسی کی اِس معمولی واقعہ پر توجہ مرکوز نہ ہوئی۔ جب نیوٹن نے سیب کو زمین پر گرتے دیکھا تو اِسی لمحہ اُسے اِلہام ہوا کہ یہ سیب زمین پر کیوں گرا ہے۔؟ یہ سیب اوپر کیوں نہیں گیا۔؟ میں اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر کہتا ہوں کہ یہ اِلہام اور یہ سوال دونوں نیوٹن کیلئے بڑے مبارک ثابت ہوئے۔ اگر یہ اِلہام نیوٹن کو نہ ہوتا اور اگر یہ سوال اُسکے ذہن میں پیدا نہ ہوتا تو قانون کشش ثقل کیسے دریافت ہوتا۔؟ سیب کے گرنے کے متعلق سوال اور اِلہام نے نیوٹن کو غیر معمولی یا سخت ذہین وفہیم بنا دیا (ثانیاً) ساڑھے تین سو سال پہلے جب نیوٹن نے اپنے اِردگرد کے لوگوں سے یہ کہا ہوگا کہ ''زمین چیزوں کو اپنے مرکز کی طرف کھینچتی ہے''۔ تو یقیناً شروع شروع میں بعض لوگ اُس پر ہنسے ہونگے۔ ہوسکتا ہے بعض نے یہ بھی کہہ دیا ہو کہ اَرے نیوٹن! کیا تم پاگل ہوگئے ہو۔؟ جب کوئی چیز زمین پر گرتی ہے تو اِس عمل میں زمین کی کشش کہاں سے آگئی۔؟ چیزیں ہمیشہ اوپر سے نیچے کی طرف گرا کرتی ہیں۔ یہ اوپر کی طرف تو نہیں اُڑ سکتیں۔؟ یہ ایک عام فہم سا واقعہ ہے۔ اِس میں نیا پن کیا ہے۔؟ جبکہ درحقیقت یہ وہ واقعہ تھا جس نے سر اسحاق نیوٹن کو جدید سائنس کا اِمام بنا دینا تھا۔ ہاں اگر چہ اِس کا آغاز ایک معمولی واقعہ سے ہی ہوا تھا۔

چوہدری صاحب! آپ لکھتے ہیں۔

"4-I have read 8 (Eight) letters which are available on your website. I have NOT read any on the BOOKS because, I want to see or read and analyze the "words of GOD" or the understand your visions or dreams."

ترجمہ۔ میں نے آپکی ویب سائٹ پر مہیا کردہ آٹھ (۸) خطوط پڑھے ہیں۔ میں نے کوئی کتاب نہیں پڑھی کیونکہ میں خدا کے الفاظ کو دیکھنا، پڑھنا اور اِنکا تجزیہ کرنا چاہتا ہوں یا تمہارے کشوف اور خوابوں کو سمجھنا چاہتا ہوں۔

خاکسار کی روحانی واردات کا آغاز۔ جناب چوہدری صاحب! ۱۹۷۸ء کی بات ہے تب میں بی اے کا طالبعلم تھا اور میں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلئے صمیمِ قلب سے پختہ عزم کیا ہوا تھا۔ یہ میری دلی آرزو تھی کہ جب میں پی ایچ ڈی کیلئے مقالہ لکھوں تو اِس میں اِسلام کو سرمایہ داری (capitalism) اور اشتراکیت (communism) کے مقابلہ میں ایک بہترین اور قابل عمل نظام ثابت کروں۔ اِس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ اِس قسم کے خیالات کہاں سے اور کیوں میرے دل و دماغ میں آتے ہیں۔ اِن دنوں میں نے یکے بعد دیگرے کافی مبارک خوابیں دیکھی تھیں۔ یہاں میں صرف ایک خواب کا ذکر کرتا ہوں۔ خواب سے پہلے ایک عجیب وغریب واقعہ لکھتا ہوں جس کا خواب سے گہرا تعلق ہے۔ ۱۹۷۷ء کے آخر یا ۱۹۷۸ء کے آغاز کی بات ہے۔ خاکسار اِس وقت تیئیس (۲۳) یا چوبیس (۲۴) سال کا تھا۔ ایک دن میں ڈاور سے ربوہ اپنے گھر جو دارالصدر غربی میں واقع ہے شام کے وقت آیا۔ نمازِ عشاء سے پہلے میں نے محسوس کیا کہ میرے دل میں کچھ منظوم فقرات پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر چہ میں نے زندگی میں کبھی شعر نہیں کہا اور نہ ہی طبیعت اِس طرف مائل ہے لیکن پھر بھی یہ فقرات کچھ منظوم تھے۔ ہوسکتا ہے یہ منظوم فقرات شاعری کے معیار پر پورے نہ اُترتے ہوں لیکن بلاشبہ اِن میں شاعرانہ ہیجان اور چاشنی ضرور پائی جاتی ہے۔ چند منٹوں کے بعد میں نے یہ منظوم فقرات لکھ لیے۔ اگلے دن میں نے محسوس کیا کہ یہ تو ایک بڑی عظیم الشان دعا ہے اور اِسے نماز میں پڑھنا چاہیے۔ میں نے یہ منظوم فقرات اپنی ماں کو بھی پڑھ کر سنائے اور چند دیگر دوستوں کو بھی سنائے اور اُنہیں نصیحت کی کہ یہ دعا آپ بھی نماز میں پڑھا کریں۔ میں خود بھی اِس دعا کو حسب توفیق نماز میں پڑھتا رہا۔ یہ منظوم دعائیہ فقرات درج ذیل ہیں:۔

ایک عظیم الشان دُعا

اے میرے اللہ اب تو میری پکار سن لے
بخشش کا میں ہوں طالب، میرے غفار سن لے

میں گنہ گار بندہ در پہ ہوں تیرے آیا
شرمندگی کے آنسو اپنے ہوں ساتھ لایا

گلیوں میں رو رہا ہوں، آنسو بہا رہا ہوں
دردر کی ٹھوکریں،اے مالک میں کھا رہا ہوں
تو پاک مجھ کو کردے اور نیک بھی بنادے
اسلام کی محبت،دل میں میرے بٹھادے
ہرآن رکھوں دیں کو،دنیا پہ میں مقدم
اسلام کی فتح کا ،ہو فکر مجھ کو ہردم
اسلام کی صداقت دنیا میں، میں پھیلاؤں
شمع ہدایت ، ہرگھر میں، میں جلاؤں
اسلام پرجئیوں میں،اسلام پر، مروں میں
ہرقطرہ اپنے خوں کا ،اس کی نظر کروں میں
برائی سے بچوں ،اور زباں پہ ہو صداقت
تیرے چمن کا گل ہوں گل کی تو کر حفاظت

ایک عظیم الشان خواب۔ پھر دعائیہ اشعار ملنے کے چند ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مختصر سی خواب دکھائی ۔ ربوہ اور لالیاں کے درمیان ایک ندی تھی جو اب خشک ہو چکی ہے۔ دریائے چناب میں جب کبھی اونچے درجے کا سیلاب آتا تھا تو سیلابی پانی سے یہ ندی بھی بھر جاتی تھی۔ ''خواب میں دیکھتا ہوں کہ اس ندی کے دونوں کناروں پر تھوڑا تھوڑا سبزہ تھا۔ ندی کے شمال مغربی کنارے پر خاکسار حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے رُوبرو کھڑا ہے۔ حضور علیہ السلام مجھ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔'' **غفار نماز پڑھا کر وا اور میرے ساتھ دُعا کرو**''۔ میں نے حضور علیہ السلام کے ساتھ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف دُعا کیلئے اُٹھا لیے اور اِس وقت میں اللہ تعالیٰ کے حضور متذکرہ بالا منظوم دُعا مانگ رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔'' حضورؑ کی ہدایت پر آپ کیساتھ ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر خواب میں ایک ایسی منظوم دُعا کا مانگنا جو خاکسار نے نظم ہی نہیں کی تھی بلکہ غیب سے میرے دل میں ڈالی گئی ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ ایک عجیب وغریب بات تھی۔ لیکن اس کے باوجود خاکسار نے اِس خواب کو اپنے اعصاب پر سوار نہ کیا۔ مجھے کوئی خیال تک نہ آیا کہ میں ان اشعار کو الہامی سمجھ لوں۔ اس وقت نہ مجھے اس خواب کی تعبیر کا علم تھا اور نہ ہی میں اس کی تعبیر جاننے کے لیے کسی عالم کے پاس گیا۔ ہاں مجھے اتنا یقین ضرور ہوا کہ یہ ایک بڑی مبارک خواب ہے وبس۔

پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ۔ جناب چوہدری صاحب! ۱۹۸۱ء کے شروع میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کی خاطر میں پنجاب یونیورسٹی لاہور میں داخل ہونا چاہتا تھا لیکن اپنی غربت کے باعث ایسا نہیں کرسکتا تھا۔ اس وقت میرے پاس موروثی سات (۷) ایکڑ زرعی زمین تھی۔ میں نے اپنی تعلیم کی تکمیل کیلئے یہ زمین رہن رکھ کر کچھ رقم حاصل کر لی۔ پولیٹیکل سائنس میں ماسٹر کرنے کیلئے میں شعبہ سیاسیات میں داخل ہو گیا ۔ پندرھویں (fifth year) کلاس میں کل پانچ پیپروں میں سے دو (۲) پیپر سیاسی فلسفہ (political thought) کے تھے۔ (۱) مسلم سیاسی فلسفہ (۲) مغربی سیاسی فلسفہ۔ مغربی سیاسی فلسفہ کے تحت ہم نے بہت سارے مغربی سیاسی مفکرین بشمول سقراط (Socrates)، افلاطون (Plato) اور (Aristotle) ارسطو کا مطالعہ کیا۔ سقراط کا مطالعہ کرتے وقت ہم نے اُس کے مشہور ومعروف تصور ''نیکی علم ہے'' (Virtue is Knowledge) کو بھی پڑھا۔ متعلقہ کتب میں اِس سقراطی تصور کو محض ایک اخلاقی نظریہ سمجھتے ہوئے اِسکی کلیۃً یہ تشریح کی گئی تھی کہ اگر کسی اِنسان کے پاس نیکی یعنی نیک کام کا علم ہو تو پھر وہ نیک کام بھی کرسکتا ہے۔ میرے دل ودماغ نے سقراطی تصور کی اِس تشریح کو قبول نہ کیا۔ میرے دل ودماغ میں یہ سوال پیدا ہو گیا کہ ضرور اِس سقراطی تصور کا مطلب کچھ اور ہے اور اِس پر غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔؟ اس وقت مجھے قطعاً احساس نہ ہوا کہ یہ سوال میرے دل میں اِلہام کیا گیا ہے۔ اِس وقت بہرحال امتحان کا دباؤ تھا۔ میں نے امتحانی نقطۂ نظر کی غرض سے سقراطی تصور کی مروجہ تشریح کو ذہن میں رکھا اور دل میں ٹھان لی کہ جب کبھی موقعہ ملا تو اِس سقراطی تصور ''نیکی علم ہے'' پر ضرور غور وفکر کر کے اِس کی ماہیت جاننے کی کوشش کرونگا۔ ستمبر ۱۹۸۳ء میں خاکسار ایم اے کے امتحانات سے فارغ ہو چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں بہت اچھے نمبروں میں کامیاب ہونگا۔ میں نے مزید اعلیٰ تعلیم کیلئے چند غیر ملکی یونیورسٹیوں کو لکھا اور جواباً اِنہوں نے مجھے اپنے کیفیت نامے (prospectus) بھیجے۔ ہر یونیورسٹی کا پیشگی دس ہزار ڈالر ($10000) کا مطالبہ تھا جس میں سالانہ فیس کے

علاوہ دیگر اخراجات شامل تھے۔اس وقت میرے پاس فروخت کرنے کیلئے سوائے اپنے والد صاحب کے ربوہ کے مکان کے اور کچھ نہیں تھا۔لیکن میرا یہ مکان بھی میرے بھائیوں کے قبضہ میں تھا۔میں کچھ بھی نہیں کرسکتا تھا۔اِس وقت میں تو اپنی دنیوی تعلیم کی تکمیل کیلئے فکر مند تھا لیکن تقدیر میرے لیے کوئی اور فیصلہ کرچکی تھی۔۔۔۔من در چہ خیالم وفلک در چہ خیال

مدد کیلئے درخواست۔میں نے خلیفہ ثالث کے بہت سارے خطبات سنے ہوئے تھے۔آپ نے اپنے خطبات میں بہت دفعہ کہا تھا کہ کوئی بھی ذہین احمدی بچہ مالی مشکلات کی وجہ سے ضائع نہیں ہونے دیا جائے گا۔اِس مشکل وقت میں مجھے مرزا طاہر احمد کا وہ وعدہ یاد آ گیا جو آپ نے کسی زمانے میں میرے ساتھ کیا تھا۔(اِس وعدہ کی تفصیل کا ذکر خلیفہ رابع صاحب کے نام میرے دوسرے خط میں موجود ہے۔)اس وقت مرزا طاہر احمد صرف مرزا طاہر احمد نہیں بلکہ جماعت احمدیہ کے خلیفہ رابع بھی تھے۔اکتوبر ۱۹۸۳ء کے شروع میں خاکسار نے ایک خط لکھ کر اُنہیں اُن کا وعدہ یاد دلایا۔میں نے اپنی تعلیم کی تکمیل کیلئے اُنہیں وظیفہ کیلئے درخواست کی تھی۔میں نے اُنہیں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر مجھے وظیفہ دینا جماعت کیلئے ممکن نہ ہو تو مجھے قرض حسنہ دیدیا جائے۔تعلیم مکمل کرنے کے بعد میرے لیے جتنی جلدی ممکن ہوا میں یہ قرض حسنہ واپس کردونگا۔خلیفہ رابع صاحب نے میرے خط کا جو جواب دیا وہ میرے لیے کافی عجیب اور مایوس کن تھا۔اُنہوں نے میری درخواست کو نہ ہی منظور کیا اور نہ ہی رَدّ کیا۔بڑا سیاسی قسم کا جواب تھا۔اُس نے مجھے لکھا کہ اگر ناظر تعلیم (Minister of education) آپ کو وظیفہ دیدیں تو میں اِس میں مداخلت نہیں کروں گا۔اِس طرح خلیفہ رابع صاحب نے اپنا وعدہ پورا کرنے کی بجائے ٹال مٹول کر کے مجھے ناظر تعلیم کے پاس بھیج دیا۔بعدازاں جب میں ناظر تعلیم سے ملا اور خلیفہ رابع صاحب کا خط اُن کے آگے رکھا تو اُس نے فوراً کسی قسم کی مدد سے اِنکار کردیا۔بہرحال خلیفہ رابع صاحب کے جواب نے مجھے اِنتہائی مایوس اور افسردہ کردیا۔مجھ پر غموں اور مایوسیوں کا پہاڑ آن پڑا۔میرا دل ٹوٹ گیا اور وہ وعدہ جسے میں عرصہ سے بت بنا کر پوجتا پھر رہا تھا چور چور ہو گیا۔ ؎ دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیوں آفتِ ظلمت جور ٹل جائے گی ۔ **آہِ مومن** سے ٹکرا کے طوفان کا رُخ بدل جائے گا رُت بدل جائے گی

جناب چوہدری صاحب! بعض اوقات زندگی کے حوادث کس طرح اِنسانی زندگی کا رُخ موڑ دیتے ہیں اور بظاہر حوصلہ شکنی، مایوسی، ناکامی اور اِبتلاء اپنے اندر کس قدر بہتری اور رحمت (Blessing) کا پیغام لاتی ہے اِنسان اِس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔اِنسان جب کسی اِبتلاء سے گزرتا ہے تو اِسے دکھ ہوتا ہے، کبھی کبھی مایوسی اِس کے رگ و پے میں پھیل جاتی ہے اور بعض اوقات وہ اپنے آپ کو کوسنے لگتا ہے لیکن وقت گزرنے کے بعد اِس پر راز کھلتا ہے کہ اِس مایوسی، مشکل، ناکامی اور اِبتلاء میں اُس کیلئے بہتری اور کامیابی پوشیدہ تھی۔اگر خلیفہ رابع صاحب اپنے وعدہ کے مطابق مجھے وظیفہ یا قرض حسنہ دیدیتے اور میرا دِل نہ ٹوٹتا تو میں زیادہ سے زیادہ کسی غیر ملکی یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے پاکستان واپس آ کر کسی کالج یا یونیورسٹی میں پروفیسر ہو جاتا۔اب میں سوچتا ہوں کہ قدرت نے میری مدد کی درخواست کے اِسترداد (rejection) کو میرے لیے رحمت بنا دیا۔جس ناکامی نے مجھے بظاہر غمزدہ کیا اِسی میں میری کامیابی پوشیدہ تھی لہٰذا ہمیں وقتی طور پر مسائل، مصائب اور ناکامیوں سے دل برداشتہ ہو کر اپنی قسمت کو نہیں کوسنا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے اِنہی ناکامیوں میں ہماری کامیابی پوشیدہ ہو۔

ایک مبارک سجدہ۔نومبر ۱۹۸۳ء کے شروع میں خاکسار اِسی غمزدہ حالت میں ربوہ سے واپس لاہور چلا آیا۔جب اہل دنیا مجھے چھوڑ گئے اور خدا کے بنائے ہوئے خلیفوں کے وعدے بدل گئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے میری غمگساری فرماتے ہوئے مجھے اپنی مدد کا پختہ یقین دلایا۔اُس نے مجھے تسلی دی اور اپنی رحمت کی چادر میں مجھے لپیٹ لیا۔(امرِ واقع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو مجھے پیدائشی طور پر ہی اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹا ہوا تھا لیکن مجھے اِسکی خبر نہیں تھی)۔اس وقت مجھے پتہ چلا کہ اِس کائنات کا ایک زندہ اور قادر خدا ہے جو ہر کام کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔اُس کے آگے کچھ بھی ناممکن نہیں۔اِس بے بسی اور بے قراری کی حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا کھلا کھلا اظہار مجھ پر فرمایا اور اُس کا کھلا کھلا پیار میرے شامل حال ہو گیا۔مثل مشہور ہے کہ رحمت حق بہانہ می جوید۔میرے لیے یہ بہانہ کیسے بنا۔؟ یہ واقعہ کچھ اِس طرح ہے۔اِن دنوں لاہور میں احمدی طلباء کی ایک ٹیلنٹ کلب (Talent club of ahmadiyya students) تھی۔خاکسار بھی اِس کلب کا ممبر تھا۔کلب کے ماہانہ اجلاس میں کسی ممبر نے اپنے مضمون (subject) میں سے کوئی موضوع (topic) لے کر اُس پر قرآن مجید کی روشنی میں لیکچر دینا ہوتا تھا۔جب میں ربوہ سے لاہور واپس گیا تو کلب کے منتظم نے مجھے ماہ دسمبر کے اجلاس میں لیکچر دینے کیلئے کہا۔میں نے حامی بھر لی۔میں نے اِن دنوں ''سقراطی تصور''نیکی علم ہے'' پر غور وفکر شروع کررکھا تھا۔میرا خیال تھا کہ میں اِسی نظریہ کے متعلق ماہانہ اجلاس میں لیکچر بھی دے دونگا۔بظاہر یہ سقراطی نظریہ (virtue is knowlrdge) بہت سادہ اور آسان لگتا ہے لیکن جب میں نے اِس پر غور وفکر شروع کیا تو یہ ایک اِنتہائی مشکل معمہ ثابت ہوا۔سقراط کا یہ ''تصور'' درحقیقت اخلاقی نظریہ (ethical theory) ہونے کی بجائے ایک علمی نظریہ (theory knowledge) تھا کیونکہ اِس میں علم کو نیکی کیساتھ تشبیہ دے کر اِسکی ماہیت کو سمجھنے کی طرف راہنمائی فرمائی گئی تھی۔اب سوال یہ تھا کہ جب تک ہمیں ''نیکی کی ماہیت'' کا پتہ نہیں چلتا اُس وقت تک ہم علم کو بھی نہیں جان سکتے کیونکہ اِس نظریہ

کے مطابق نیکی اور علم دونوں ایک ہی شئے کے دونام ہیں۔اب میری مشکل یہ تھی کہ ''نیکی کیا ہے۔؟'' میں نے نیکی کی ماہیت جاننے کیلئے دو یا تین ہفتے تک بڑی محنت کی اور اپنی ذہنی صلاحیتوں کا انتہائی حد تک استعمال کیا لیکن نتیجہ صفر تھا۔اس وقت مجھے شرمندگی محسوس ہوئی کہ اگر چہ میں نے ایم اے کیا ہے اور میں ایک بہترین طالبعلم ہوں لیکن مجھے اب تک یہ پتہ نہیں کہ علم کیا ہے۔؟ وسط دسمبر کے قریب جمعہ کا ایک مبارک دن آ گیا۔نماز جمعہ پڑھنے کے بعد میں نے اپنے کمرے میں آ کر پھر نیکی کی ماہیت کے متعلق غور وفکر شروع کر دیا۔اِس وقت میں جسمانی اور ذہنی طور پر کافی تھک چکا تھا۔میں خیال کرنے لگا کہ نیکی کی ماہیت کو جاننا میرے بس کی بات نہیں۔اس وقت میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ کیوں نہ اس سوال کا جواب علیم وخبیر ہستی سے پوچھا جائے۔میرے دل میں دعا کیلئے کافی جوش پیدا ہو گیا۔میں چار پائی پر بیٹھے بیٹھے قبلہ رُخ کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔حصول علم کیلئے اللہ تعالیٰ نے چند دعائیں حضرت مہدی ومسیح موعودؑ کو الہام کی ہوئی تھیں۔میں نے یہ الہامی دعائیں زبانی یاد کی ہوئی تھیں اور میں انہیں حسب توفیق نماز میں پڑھا بھی کرتا تھا۔میں نے اس وقت سجدہ میں اِن الہامی دعاؤں کو پڑھنا شروع کر دیا۔یہ الہامی دعائیں درجِ ذیل ہیں:۔

(۱) رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔(سورۃ طٰہٰ ۔۱۱۵/تذکرہ صفحہ ۳۱۰)۔ اے میرے ربّ! مجھے میرے علم میں زیادتی عطا فرما۔

(۲) رَبِّ عَلِّمْنِیْ مَا ھُوَ خَیْرٌ عِنْدَکَ۔(تذکرہ صفحہ ۵۵۸) اے میرے ربّ! مجھے وہ کچھ سکھلا جو تیرے نزدیک بہتر ہے۔

(۳) رَبِّ اَرِنِیْ اَنْوَارَکَ الْکُلِّیَّۃَ۔(تذکرہ صفحہ ۵۳۴) اے میرے ربّ! مجھے اپنے وہ تمام انوار دکھلا جو محیط کل ہیں۔

(۴) رَبِّ اَرِنِیْ حَقَآئِقَ الْاَشْیَاءِ۔(تذکرہ صفحہ ۶۱۳) اے میرے ربّ! مجھے اشیاء کے حقائق دکھلا۔

(۵) اے اَزلی ابدی خدا! مجھے زندگی کا شربت پلا۔(تذکرہ صفحہ ۶۰۰)

حضورؑ کی اِن الہامی دعاؤں کو میں سجدہ میں آٹھ (۸) سے دس (۱۰) منٹ تک پڑھتا رہا۔اِس حالت میں نہ صرف مجھے احساس ہوا بلکہ یقین بھی ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری فریاد سن لی ہے۔اور سجدے میں ہی ''نیکی کی ماہیت'' کے متعلق بہت سارا علم میرے دل ودماغ میں سرایت کر گیا اور میری کایا پلٹ گئی۔سجدہ سے اُٹھنے کے بعد میں بہت خوش تھا اور میری تمام جسمانی اور ذہنی تھکاوٹ دور ہو چکی تھی۔اب میں سجدہ میں جانے سے پہلے والا عبدالغفار نہیں تھا بلکہ ایک نیا عبدالغفار تھا۔میں نہیں جانتا کہ سجدہ میں میرے ساتھ کیا ہوا۔یہ سجدہ کا روحانی واقعہ اتنا طاقتور (powerful) اور اتنا شدید (great) تھا کہ مجھے ایسے لگا جیسے کسی نے میرا دماغ بدل دیا ہے۔پہلا دماغ دھو کر یعنی Brain wash کر کے اس میں کوئی نئی چپ (chip) رکھ دی گئی ہے اور سجدہ کے معاًبعد اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایم اے تک جو کچھ میں نے پڑھا تھا آہستہ آہستہ میں وہ بھولنا شروع ہو گیا۔آج بھی مجھے کچھ پتہ نہیں ہے کہ میں نے ایم اے میں کیا پڑھا تھا۔یہ بھی یاد رہے کہ دورانِ تعلیم میں کوئی عام طالبعلم نہیں تھا بلکہ وہ طالبعلم تھا جس کے متعلق اُسکے کلاس فیلوز اور اُسکے معزز اساتذہ کا خیال تھا کہ اِمسال شاید عبدالغفار یونیورسٹی امتحانات میں کوئی پوزیشن حاصل کرے گا۔اور پھر دوسری طرف مبارک سجدہ سے اُٹھنے کے بعد علم ومعرفت کی ضمن میں میرا یہ حال ہو گیا کہ جہاں تک لوگ زندگی بھر کی جدوجہد کے بعد بھی نہیں پہنچتے خاکسار نے علم وعرفان کی یہ منازل دِنوں میں طے کرنی شروع کر دیں۔اب خاکسار اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں فرمایا ہے:۔''اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ''اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔(سورۃ یٰسین ۔۸۳) شاید کچھ ایسی ہی بات سجدہ میں میرے ساتھ بھی ہو گئی تھی۔بہر حال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوا۔؟ اُسی دن یا اگلے دن شام کے وقت "Virtue is God" کا مجھے اِلہام ہو گیا ؎

جو ہمارا تھا وہ اب دِلبر کا سارا ہو گیا ۔ آج ہم دِلبر کے اور دِلبر ہمارا ہو گیا
شکر للہ! مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل۔کیا ہوا گر قوم کا دِل سنگ خارا ہو گیا

رُوح القدس کا نزول۔جناب چوہدری صاحب! اِس کے بعد یہ سلسلہ شروع ہو گیا کہ میری سوچ اور میری فکر کے بغیر اچانک بعض معلومات میرے دل ودماغ میں آنی شروع ہو گئیں۔اس پر میں نے محسوس کیا کہ مذہب اور علم سے متعلق گہرے سر بستہ راز (mysteries) کا غیب سے مجھ پر انکشاف ہو رہا ہے۔پھر اِنہی اطلاعات (informations) کی روشنی میں خاکسار نے اِلٰہی نظریہ ''نیکی خدا ہے'' (Virtue is God) لکھا۔جب میں نے یہ اِلٰہی نظریہ لکھ لیا تب مجھے بتایا گیا کہ یہ اِلٰہی نظریہ ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں بیان فرمودہ زکی غلام کی مخصوص نشانیوں سے منضبط ہوا ہے۔لہٰذا اِس کا دوسرا نام ''اِلہامی پیشگوئی کی حقیقت'' بھی ہے۔مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کا حضرت مہدی ومسیح موعودؑ کے کسی جسمانی لڑکے پر اِطلاق نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ سب پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت سے باہر ہیں۔اِس وجہ سے خلیفہ ثانی کا دعویٰ مصلح موعود قطعی طور پر ایک ناجائز (illegal) دعویٰ تھا۔وہ زکی غلام یعنی مصلح موعود نہیں تھے بلکہ وہ حضرت مہدی ومسیح موعودؑ کے بعد جماعت احمدیہ

میں ایک مصلح موعود کی بعثت کی وجہ بننے والے تھے۔ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء کے بعد سے اب تک جو کچھ میں نے لکھا ہے یا آئندہ لکھوں گا یہ سب اِسی مبارک سجدے اور رُوح القدس کا ثمر ہے۔ الحمدللہ

دنیا کے تقریباً سبھی مذہبی راہنماؤں اور مذاہب کے بانیوں کی زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسا مرکزی واقعہ ضرور پیش آیا ہے جس نے اپنے روحانی اثرات کی بنا پر صاحب واقعہ کی زندگی کو دو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک اس واقعہ سے پہلے کی زندگی اور ایک اِسکے بعد کی۔ پھر ایسے تمام واقعات کا یہ بھی خاصہ رہا ہے کہ اس واقعہ کے بعد اِس شخصیت کی پوری زندگی اسی مرکزی واقعہ کے اثرات کے تابع رہی ہے۔ خواہ وہ ذات حضرت نوح علیہ السلام کی تھی یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی۔ حضرت موسیٰؑ کی تھی یا حضرت عیسیٰؑ کی۔ حضرت محمد ﷺ کی تھی یا حضرت مرزا غلام احمدؑ کی۔ اِن تمام شخصیتوں اور اِنکے علاوہ اور دوسرے مذہبی راہنماؤں کی سوانح حیات کسی نہ کسی ایک ایسے مرکزی روحانی تجربہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کے بعد اِن کی زندگی یکسر بدل گئی۔ اس روحانی تجربہ یا واقعہ کو کسی روایت میں گیان، کسی میں عرفان، کسی میں مشاہدہ اور کسی میں وحی اور الہام کا نام دیا گیا۔ اگر اس روحانی تجربہ کو ایک دوسرے رخ سے دیکھا جائے تو یہ انسان کیلئے اِسکی وجودی تنہائی کے مداوے کا تجربہ ہے۔ تنہائی اور بے بسی کا یہ احساس انسان کو عموماً اس وقت شدت سے ہوتا ہے جب وہ زندگی میں کسی بحران میں مبتلا ہو جائے یا اُس کو کوئی ایسا دھکا لگے جو اس کی زندگی کے نظام کو درہم برہم کر دے۔ انسان کی اس وجودی تنہائی اور لاچاری کی کیفیت میں روحانی تجربہ روشنی کے ایک جھماکا کی طرح یہ انکشاف کرتا ہے کہ انسان ہمیشہ سے بنیادی طور پر ایک منزہ، بے عیب اور مستقل حقیقت سے وابستہ رہا ہے۔ یہ شعور کہ کائنات کی ان بے کراں وسعتوں میں انسان تنہا اور بے سہارا نہیں ہے بلکہ انتہائی بنیادی اور مرکزی اعتبار سے اس کو ایک ایسی ہستی کا ساتھ حاصل ہے جو کہ اس کے تمام دکھوں کا مداوا اپنے پاس رکھتی ہے، انسان کے اس روحانی تجربہ کی روح اور اس کا مغز ہے۔ آگ دیکھنے کے بعد جو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ہوا، غارِ حرا میں محسن انسانیت سید الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کیساتھ جو ہوا، گورداسپور میں ایک رات حضرت مرزا غلام احمدؑ کے ساتھ جو ہوا وہی کچھ احمدیہ ہوسٹل دار الحمد لاہور میں ایک مبارک سجدہ میں میرے ساتھ ہو گیا۔ جس طرح یہ سب پاک اور چنیدہ وجود اپنے اپنے روحانی واقعات میں مخصوص مقاصد (missions) کیلئے مقرر فرما دیئے گئے تھے اِسی طرح یہ عاجز بھی ایک مبارک سجدہ میں جماعت احمدیہ کی اصلاح کیلئے مقرر فرما دیا گیا۔

سوال نصف علم۔ کوئی اِنسان بھی سوال کی اہمیت سے اِنکار نہیں کر سکتا (معذرت کیساتھ سوائے جماعت احمدیہ قادیانی گروپ کے جو کہتی ہے کہ سوال نہیں صرف اطاعت)۔ حتیٰ کہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے تو ''سوال'' کو ''نصف علم'' قرار دیا ہے۔ نیوٹن نے کہا کہ جب اُس نے ایک سیب کو زمین پر گرتے دیکھا تو اُسکے ذہن میں سوال پیدا ہوا تھا کہ یہ سیب اوپر کی بجائے زمین کی طرف کیوں گرا ہے۔؟ اُس نے کہا کہ اِس وقت مجھے یہ سوال اِلہام ہوا تھا۔ بلاشبہ نیوٹن نے یہ سچ کہا تھا۔ مزید برآں مجھے یقین ہے کہ جب پہلے پہلے نیوٹن نے لوگوں سے کہا ہوگا کہ زمین چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے تو شاید انگلش چرچ نے بھی اُسے کہہ دیا ہوگا کہ نیوٹن بیچارہ دماغی فتور میں مبتلاء ہو گیا ہے۔ دوران طالبعلمی ایسا ہی واقعہ میرے ساتھ بھی ہوا۔ یونیورسٹی میں جب پہلی دفعہ سقراطی تصور ''نیکی علم ہے''(Virtue is Knowledge) میری نظروں سے گزرا اور میں نے اِسکی مروجہ تشریح کو پڑھا تو میرے دل میں بھی غیب سے یہ سوال ڈالا گیا کہ سقراطی تصور کے یہ معنی نہیں ہیں۔ اِس تصور کی حقیقت کچھ اور ہے جو اِس میں پوشیدہ ہے۔ فائنل اِمتحان کے بعد پھر ایسے حالات پیدا ہوتے چلے گئے کہ یہ سقراطی نظریہ میرے سامنے آ گیا اور میں نے ''نیکی کی ماہیت'' جاننے کیلئے اِس پر غور و فکر شروع کر دیا۔ لیکن میں اِنتہائی عقلی کوشش کے باوجود بھی اِسکی حقیقت کو نہ جان سکا۔ سجدہ کی حالت میں اِلہامی دعاؤں کی قبولیت کے نتیجہ میں پھر اللہ تعالیٰ نے اِس سقراتی تصور کا عقدہ مجھ پر کھولا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ یہ سقراطی تصور کوئی اخلاقی نظریہ(ethical theory) نہیں ہے۔ یہ علمی نظریہ(theory of knowledge) ہے کیونکہ اِس میں علم کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اِس نظریہ میں بتایا گیا ہے کہ ''نیکی'' اور ''علم'' ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ اب میرے آگے اگلا سوال یہ تھا کہ یہ حقیقت (Reality) کیا ہے جو بیک وقت نیکی بھی ہے اور علم بھی۔؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے اِلہامی طور پر بتایا کہ یہ وہی حقیقت ہے جس کو تم مذہبی زبان میں خدا کہتے ہو۔ اور پھر میرے آگے اگلا سوال یہ پیدا ہو گیا کہ خدا کیا ہے۔؟ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ اِنکشاف فرمایا کہ وہ ''اعلیٰ اِنتہائی ہمہ گیر حق''(Supreme Ultimate Universal Truth) ہے اور وہی ''علم'' ہے جسے تم جاننے کی کوشش کر رہے ہو۔ Virtue is God کے الفاظ نہ صرف اِلہامی ہیں بلکہ اِس نظریے کا سارا مضمون اِلہامی رنگ میں مجھ پر نازل ہوا ہے۔ بعض الفاظ تو براہ راست (direct) اِلہامی ہیں مثلاً حق، ہمہ گیر، اِنتہائی اور اعلیٰ یہ چاروں الفاظ اِلہامی ہیں اور اِسی ترتیب میں مجھ پر نازل ہوئے۔ اِسی طرح Faces of Virtue بھی اِلہامی الفاظ ہیں وغیرہ وغیرہ۔

جناب چوہدری صاحب! یہاں پر میں آپ کو کسی منطقی بحث میں نہیں اُلجھاؤں گا۔ جسے دلچسپی ہو وہ میری ویب سائٹ سے یہ اِلٰہی نظریہ(Virtue is God) پڑھ سکتا ہے۔ یہی اِلٰہی نظریہ میری کتاب ''غلام مسیح الزماں'' کے دوسرے حصہ میں بطور ''اِلہامی پیشگوئی کی حقیقت'' اُردو میں ترجمہ شدہ موجود ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے سیب گرنے کے ایک معمولی واقعہ سے نیوٹن کو اِلہام کر کے اُسے جدید سائنس کا امام بنا دیا بالکل اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو اِلہامی طور پر نہ صرف سقراطی نظریہ علم (نیکی علم ہے) کی حقیقت سے

آ گاہ فرمایا بلکہ اِس عاجز پر ایک اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر نظریہ (نیکی خدا ہے) کا اِلہام فرما کر مجھے ہمیشہ کیلئے دنیائے علم وحکمت کا امام بھی بنا دیا ہے۔آزمائش شرط ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے لکھا ہے کہ جب نیوٹن نے الہام کے بعد اپنے اردگرد کے لوگوں کو کہا ہوگا کہ زمین چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے تو کئی جاہل نیوٹن پر ہنسے ہوں گے اور بعض نے اُسے پاگل بھی کہا ہوگا۔لیکن نیوٹن پاگل نہیں تھا بلکہ اُسے کہنے والے پاگل تھے کیونکہ بعدازاں وقت نے اُسے جدید سائنس کا امام ثابت کردیا۔اِسی طرح ممکن ہے جماعت احمدیہ میں خوشامندی قسم کے لوگ اور خلیفہ صاحب کے خاص چیلے چانٹے شاید میری باتوں کو بھی دیوانے کی بڑ قرار دیں۔بلکہ موجودہ خلیفہ صاحب نے تو میرے متعلق ۲۹۔جنوری کے خطبہ جمعہ میں اِشارتاً اور ۱۴۔فروری ۲۰۱۰ء کے دن بچوں کی کلاس میں کھلے طور پر یہ ریمارکس دے بھی دیئے ہیں کہ نعوذ باللہ میرا دماغ ہل گیا ہے۔اِن ریمارکس کے متعلق خاکسار سردست اتنا ہی کہتا ہے کہ یہ بیچارے اور کہہ بھی کیا سکتے تھے۔؟ سچ ہے۔۔۔فکرِ ہر کس بقدرِ ہمت اوست۔اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنے جماعتی حلقہ (circle) میں اپنے خطبات میں ہم کچھ بھی کہہ سکتے ہیں اور کچھ بھی کر سکتے ہیں۔؟ ایک ایسا انسان جس کو جماعتی دائرہ سے باہر کوئی بھی نہیں جانتا اگر ہم اُسے زمین کے کناروں تک شہرت دلوا سکتے ہیں۔اُس سے قوموں کو برکت دِلوا سکتے ہیں۔تو پھر ہم کچھ بھی کر سکتے ہیں کیونکہ ہم بہت باکمال لوگ ہیں۔میں ایسے سب لوگوں سے جواباً یہی کہوں گا کہ اگر آپکی نظر میں میرا اِلٰہی نظریہ غلط ہے تو آپ میدان میں آکر دلیل کیساتھ اِسے جھٹلا کر دکھائیں ورنہ اِنشاءاللہ تعالیٰ وقت میری سچائی پر خود بخود مہر تصدیق ثبت کردیگا۔

حصول علم کی اِلہامی دعائیں مجھ تک کیسے پہنچیں۔؟ قرآن مجید میں سینکڑوں اِلہامی دعائیں ہیں۔مسلمان اِن قرآنی دعاؤں کا فیض اور برکت برابر پندرہ سو سال سے پا رہے ہیں۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کچھ دعائیں حضرت مہدی ومسیح موعودؑ کو بھی سکھائی تھیں۔اِن الہامی دعاؤں میں سے زیادتی علم کیلئے چند دعائیں پہلے درج ہو چکی ہیں۔اِن اِلہامی دعاؤں کا فیض اور برکت آپؑ کو تو ملنا ہی تھا لیکن خاکسار کو کامل یقین ہے کہ اِن مقبول اِلہامی دعاؤں کا فیض اللہ تعالیٰ نے آپکے موعودز کی غلام کو بھی بخشنا تھا۔ہوسکتا ہے کسی احمدی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ میرے ایسا اِنسان جو ایک اَن پڑھ ماحول میں پیدا ہوا۔جو کسی سے قرآن کریم ناظرہ بھی نہ پڑھ سکا (چوتھی جماعت میں ہمارے کلاس انچارج ماسٹر رحمت علی صاحب نے قرآن کریم کی آخری دس سورتوں میں سے چند سورتیں جو ہمارے دینیات کے نصاب (syllabus) میں شامل تھیں ہمیں پڑھائیں۔میں نے یہ سورتیں رَٹ لی تھیں۔علاوہ اِسکے میرے اِسی استاد نے مجھے سورۃ البقرہ کے پہلے دو (۲) رکوع بھی پڑھائے تھے۔یہ دو (۲) رکوع بھی استاد صاحب نے پڑھائے تھے لیکن میں نے رَٹے تھے۔بعدازاں دورانِ تعلیم لوگوں کو پڑھتے دیکھ کر تھوڑا تھوڑا قرآن کریم میں نے بھی پڑھنا سیکھا لیا۔جس طرح استاد بچوں کو باقاعدہ عربی کا قاعدہ پڑھا کر پہلے عربی پڑھنا سکھاتے ہیں اور پھر بچے سے قرآن کریم سن لیتے ہیں۔اِس طرح سے کسی استاد نے مجھے قرآن کریم نہیں پڑھایا ہے) اور نہ ہی اُس نے ایم اے تک حضرت بانئے جماعت کی کسی کتاب کا مطالعہ کیا تھا سوائے ایک آدھ رسالے مثلاً کشتی نوح وغیرہ کے۔حصول علم کے متعلق یہ اِلہامی دعائیں اُس تک کیسے پہنچیں یا وہ اِن دعاؤں تک کیسے پہنچ گیا۔؟ اگر کسی کے ذہن میں ایسا سوال پیدا ہو تو یہ جائز اور صحیح (genuine) سوال ہے۔میرا خیال ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کوئی تدبیر تھی جو اُس نے پہلے مجھ اُمی کو یہ دعائیں یاد کروائیں اور پھر وقتِ مقررہ پر مجھ سے اپنے حضور یہ دعائیں منگوائیں۔ہوا اِس طرح کہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں میرے ایک دوست تھے۔کبھی کبھار وہ میرے گھر آجایا کرتے تھے اور میں بھی کبھی کبھار اُنکے گھر چلا جایا کرتا تھا۔یہ ۱۹۷۲ء کی بات ہوگی۔ایک دفعہ میں اپنے دوست کے گھر گیا تو اُنکے دیوان خانہ (drawing room) میں میز پر ایک مجلد دعائیہ خزائن (ادعیۃ القرآن+ادعیۃ الرسول ﷺ+ادعیۃ المسیح الموعودؑ) کا سیٹ پڑا ہوا تھا۔میں نے یہ ساری دعائیں پڑھیں اور اِن میں سے بشمول علم کی دعاؤں کے چیدہ چیدہ دعائیں یاد کر لیں۔یہ دعائیں اِس کتابچہ میں اِسی ترتیب میں طبع شدہ تھیں جس ترتیب کیساتھ خاکسار نے اِنہیں یہاں نقل کیا ہے۔بعدازاں اِن دعاؤں کو حسب توفیق نماز میں پڑھتا بھی رہا۔اور پھر رفتہ رفتہ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء کا وہ مبارک لمحہ آگیا جب میں نے ''نیکی کی ماہیت'' جاننے کیلئے اِن اِلہامی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں پڑھا تھا۔دسمبر ۱۹۸۳ء کے بعد میں نے جماعت میں طبع شدہ دعائیہ خزائن کے جتنے سیٹ بھی دیکھے ہیں اِن میں زیادتی علم کے متعلق پہلی چار اِلہامی دعاؤں کو تو میں نے ضرور پایا ہے لیکن آخری اور پانچویں اِلہامی دعا (اے اَزلی اَبدی خدا! مجھے زندگی کا شربت پلا۔) اِن سب میں مفقود تھی۔اب شاید یہ ایک اتفاق ہو کہ جس کتابچے سے میں نے اِن علمی دعاؤں کو یاد کیا تھا اِس میں تو یہ پانچوں دعائیں موجود تھیں لیکن بعد کے کتابچوں میں آخری دعا طبع نہیں ہے۔میرا یقین ہے کہ یہ صرف اتفاق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص تدبیر تھی کہ اُس نے یہ آخری دعا (اے اَزلی اَبدی خدا! مجھے زندگی کا شربت پلا۔) مجھے یاد بھی کروائی اور مجھ سے اپنے حضور منگوائی بھی۔ایسا کیوں ہوا اور یہ دعا مجھ سے کیوں منگوائی گئی۔؟ اِسکی تفصیل درجِ ذیل ہے۔

علم سے متعلقہ اِلہامی دعاؤں کی حقیقت۔ پہلی دعا (رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا) تو علم میں زیادتی کیلئے ایک عمومی دعا ہے اور یہ دعا حضرت مرزا صاحبؑ سے پہلے آنحضرت ﷺ پر بھی سورۃ طٰہٰ میں نازل ہو چکی ہے۔یاد رہے کہ علم بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔کچھ علم انسانوں کے لیے بھلائی کا موجب ہوتے ہیں اور بعض علم ایسے بھی ہوتے ہیں جو انسان کو گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ایسے ہی علموں کے متعلق حضرت بابا بلھے شاہؒ نے فرمایا ہے کہ۔ ''اِکو الف تینوں درکار۔علموں بس کریں اویار''۔دوسری دعا (رَبِّ عَلِّمْنِیْ مَا ھُوَ خَیْرٌ

عِنۡدَكَ) میں یہی اِلتجا سکھائی گئی ہے کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے وہی علم بخشنا جو تیرے نزدیک میرے لیے بہتر ہو یعنی میرے لیے بھلائی کا موجب ہو۔تیسری اور چوتھی دعائیں (رَبِّ اَرِنِیۡ اَنۡوَارَكَ الۡکُلِّیَّۃَ۔ رَبِّ اَرِنِیۡ حَقَآئِقَ الۡاَشۡیَاءِ) بطورِ خاص علم ومعرفت اور عرفانِ باری تعالیٰ کے متعلق ہیں۔ایسا عرفانِ باری تعالیٰ جو علمی رنگ میں ہو۔سقراطی نظریہ علم (نیکی علم ہے) کی حقیقت کا انکشاف اور الٰہی نظریہ (نیکی خدا ہے) کا مجھ پر اِلہام ہونا اِنہی اِلہامی دعاؤں کی قبولیت کا نتیجہ ہے۔حصولِ علم کے متعلق پانچویں دعا (اے اَزلی اَبدی خدا! مجھے زندگی کا شربت پلا) جو اللہ تعالیٰ نے مجھے یاد بھی کروائی اور اپنے حضور مجھ سے منگوائی بھی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اِس عاجز پر انکشاف فرمایا ہے کہ ضرور تھا کہ وہ زندگی کا شربت پلانے کی یہ اِلہامی دعا اُس انسان کو یاد بھی کرواتا اور اُس سے اپنے حضور میں منگواتا بھی جسے اُس نے زکی غلام یعنی مصلح موعود بنانا تھا۔اِسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ۶/ ۷۔نومبر ۱۹۰۷ء کو حضرت مہدی و مسیح موعودؑ پر زکی غلام کے متعلق آخری مبشر اِلہام کچھ اِس طرح نازل فرمایا تھا۔

"سَاَهَبُ لَكَ غُلَاماًزَکِیّاً۔رَبِّ هَبۡ لِیۡ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً۔اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسۡمُہٗ یَحۡییٰ۔اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصۡحَابِ الۡفِیۡلِ۔ ..... آمدنِ عید مبارک بادت۔عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو۔" (تذکرہ ۶۲۶ بحوالہ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۰، ۱۰۔نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳) ترجمہ۔میں ایک زکی غلام کی بشارت دیتا ہوں۔اے میرے خدا پاک اولاد مجھے بخش۔میں تجھے ایک غلام کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام یحییٰ ہے۔کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے ربّ نے اصحابِ فیل کیساتھ کیا کیا۔

زکی غلام کے متعلق اِس آخری مبشر اِلہام میں اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو ایک ایسے غلام کی بشارت بخشی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے یحییٰ کا نام دیا ہے۔یہ یاد رکھیں کہ حضورؑ کا یہ موعود یحییٰ کوئی الگ غلام نہیں ہے بلکہ یہ وہی زکی غلام ہی ہے۔یحییٰ کے لغوی معنیٰ "زندہ رہنے والا" کے ہوتے ہیں۔"اے اَزلی اَبدی خدا! مجھے زندگی کا شربت پلا" کو ہم بالفاظِ دیگر اِس طرح بھی پڑھ سکتے ہیں کہ "اے اَزلی اَبدی خدا! مجھے یحییٰ بنا دے"۔زکی غلام سے متعلق یہ آخری اِلہام بتا رہا ہے کہ جس اِنسان کو اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کا موعود زکی غلام ہونے کا اعزاز بخشنا تھا اُسے یحییٰ بنانے کیلئے پہلے اُسے یہ دعا (اے اَزلی اَبدی خدا! مجھے زندگی کا شربت پلا) بھی سکھانی تھی اور پھر یہ دعا اُس سے اپنے حضور منگوانی بھی تھی۔الحمد للہ یہ دعا اللہ تعالیٰ نے مجھے سکھائی بھی تھی اور ایک مبارک سجدہ میں اپنے حضور مجھ سے منگوا کر مجھے یحییٰ بھی بنایا ہے۔

پیشگوئی غلام مسیح الزماں یا پیشگوئی مصلح موعود۔۔۔؟

برادرم محمد اسلم صاحب! خاکسار پہلے اصطلاح "مصلح موعود" کی کچھ وضاحت کرنا چاہتا ہے۔واضح رہے کہ ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کو ہمیں پیشگوئی غلام مسیح الزماں کہنا چاہیے نہ کہ پیشگوئی مصلح موعود۔اِسکی وجہ یہ ہے کہ مصلح موعود کوئی اِلہامی اصطلاح نہیں بلکہ یہ حضورؑ کا زکی غلام کو دیا ہوا ایک خطاب یا ایک لقب (title) ہے۔لہٰذا یہ بڑی عجیب بات ہے کہ اِس پیشگوئی کا جو اصل اِلہامی نام ہے یعنی پیشگوئی غلام مسیح الزماں اِسے تو جماعت احمدیہ میں بہت کم لوگ جانتے ہیں اور جو نام اِلہامی نہیں اُسے ہر کس و ناکس جانتا ہے۔ایسا غلطی سے ہو گیا یا کہ دیدہ و دانستہ کیا گیا ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔اِس موعود زکی غلام کو اللہ تعالیٰ نے بشمول بعض انبیا کے ناموں کے بہت سارے نام دیئے ہیں۔مثلاً۔مسیح، یوسف، یحییٰ، فخر الرسل اور قمر الانبیا وغیرہ۔موعود زکی غلام کا ذکر حضرت نعمت اللہ صاحبؒ کے قصیدہ میں بھی موجود ہے۔وہ اپنے منظوم کلام میں اُس موعود روحانی فرزند کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

"صورت وسیرتش چو پیغمبر۔علم و حلمش شعارے بینم" ترجمہ۔اُس (شاہ عالی مقام) کی صورت وسیرت پیغمبر جیسے ہوگی۔اور اُس کا شعار (طریقہ) علم وحلم ہوگا۔

برادرم چوہدری صاحب! موعود زکی غلام مسیح الزماں کا ایک اِلہامی نام مسیح ابن مریم بھی ہے۔یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیسے۔؟ خاکسار اِسی سلسلہ میں جواباً عرض کرتا ہے!

اُمتِ محمدیہ میں تجدید کا سلسلہ۔جیسا کہ ہم سبھی جانتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے وحی پاکر اپنی اُمت کو یہ نوید بخشی تھی کہ "اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَبۡعَثُ لِھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ عَلیٰ رَأۡسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَّنۡ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیۡنَھَا۔" (سنن ابوداؤد جلد ۲ کتاب الملاحم) یعنی اللہ عزّ وجل ہر صدی کے سر پر ایک شخص کو مبعوث کرتا رہے گا جو اِس کیلئے اس کے دین کی تجدید کرتا رہے گا۔مجددین کا یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ کے اِس وعدہ کے موافق جاری ہے جو اُس نے سورۃ الحجر آیت:۱۰ "اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ یعنی اِس ذکر (قرآن) کو ہم نے ہی اُتارا ہے اور ہم ہی یقیناً اِسکی حفاظت کریں گے" میں فرمایا ہے۔چونکہ یہ حدیث ایک پیشگوئی پر مشتمل تھی اور ہر صدی کے سر پر کسی نہ کسی مجدد کے ظہور کیساتھ یہ پیشگوئی پوری ہو کر اِس حدیث کی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کرتی رہی ہے لہٰذا تجدید کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری و ساری ہے اور اِس میں تخلّف کا ہرگز کوئی اِمکان نہیں۔حضورؑ اِس سلسلہ میں اپنے لیکچر موسومہ بہ "اِسلام" جو کہ سیالکوٹ میں پڑھا گیا میں فرماتے ہیں۔

"مگر خدا نے اسلام کیساتھ ایسا نہ کیا۔اور چونکہ وہ چاہتا تھا کہ یہ باغ ہمیشہ سرسبز رہے اِس لیے اُس نے ہر یک صدی پر اِس باغ کی نئے سرے آبپاشی کی اور اِس کو خشک ہونے سے بچایا اگر چہ ہر صدی کے سر پر جب کبھی کوئی بندۂ خدا اصلاح کیلئے قائم ہوا جاہل لوگ اِس کا مقابلہ کرتے رہے اور اُن کو سخت ناگوار گزرا کہ کسی ایسی غلطی کی اصلاح ہو جو اُنکی رسم اور

عادت میں داخل ہو چکی ہے۔لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی سنت کو نہ چھوڑا۔۔۔اور دین اسلام کی تجدید فرمائی۔‘‘(اسلام۴۔نومبر۱۹۰۴ء۔روحانی خزائن جلد۲۰۔صفحہ ۲۰۳)

اُمت محمدیہ کے اِن مجددین کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ نے دو مجددوں کو بطورِ خاص موعود کا لقب بخشا ہے اور وہ ہیں مہدی اور مسیح ابن مریم۔جیسا کہ آنحضور ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں:۔

(۱)’’عَنْ جَعْفَرٍؓ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبْشِرُوْا اَبْشِرُوْا اِنَّمَا مَثَلُ اُمَّتِیْ مَثَلُ الْغَیْثِ لَا یُدْرٰی اٰخِرُهٗ خَیْرٌ اَمْ اَوَّلُهٗ اَوْ کَحَدِیْقَةٍ اُطْعِمَ مِنْهَا فَوْجٌ عَامًا ثُمَّ اُطْعِمَ فَوْجٌ عَامًا لَعَلَّ اٰخِرَهَا فَوْجًا اَنْ یَّکُوْنَ اَعْرَضَهَا عَرْضًا وَّاَعْمَقَهَا عُمْقًا وَّاَحْسَنَهَا حُسْنًا کَیْفَ تَهْلِكُ اُمَّةٌ اَنَا اَوَّلُهَا وَالْمَهْدِیُّ وَسْطُهَا وَالْمَسِیْحُ اٰخِرُهَا وَلٰکِنْ بَیْنَ ذَالِكَ فَیْجٌ اَعْوَجُ لَیْسُوْا مِنِّیْ وَلَآ اَنَا مِنْهُمْ۔ رواہ رزین۔‘‘(مشکوٰۃ شریف جلد۳ صفحہ ۲۹۳) ترجمہ۔جعفرؓ اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا (حضرت امام حسینؓ۔ناقل) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم خوش ہوؤ اور خوش ہوؤ۔میری امت کی مثال بارش کی مانند ہے یہ نہیں جانا جاتا اس کا اوّل بہتر ہے یا آخر یا اس کی مثال باغ کی مانند ہے۔اس سے ایک سال تک ایک فوج کھلائی گئی پھر ایک فوج ایک دوسرے سال کھلائی گئی شاید کہ جب دوسری فوج کھائے وہ بہت چوڑا اور بہت گہرا اور بہت اچھا بن جائے۔وہ اُمت کیسے ہلاک ہو جس کے اوّل میں، میں ہوں، مہدی اُسکے وسط میں اور مسیح اُسکے آخر میں ہے۔لیکن اِسکے درمیان ایک کجرو جماعت ہو گی اِنکا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور میرا اِنکے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

(۲)’’عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا قَالَ لَنْ تَهْلُكَ اُمَّةٌ اَنَا فِیْ اَوَّلِهَا وَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ فِیْ اٰخِرِهَا وَ الْمَهْدِیُّ وَسَطِهَا۔‘‘ (کنزالعمال ۲/۱۸۷۔جامع الصغیر ۲/۱۰۴ بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ ۴۰۲) ترجمہ۔حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔وہ اُمت ہرگز ہلاک نہیں ہو سکتی جس کے شروع میں، میں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم (مسیح موعود) اور درمیان میں مہدی ہونگے۔

یہ حدیث حدیقۃ الصالحین کے ابتدائی ایڈیشن میں موجود تھی لیکن آج کل کے ایڈیشنوں میں یہ حدیث حذف کر دی گئی ہے۔بہرحال اس حدیث کا حدیقۃ الصالحین کے ابتدائی ایڈیشن میں شامل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ جماعت احمدیہ کو اس حدیث کی صحت میں کوئی کلام نہیں۔مزید برآں آنحضرت ﷺ کے اس بیان فرمودہ مسیح موعود کے متعلق حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے بھی آنحضور ﷺ کے کلام کی تصدیق فرمائی ہے۔آپؑ فرماتے ہیں:۔

(۱)’’ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ظاہر پر ہی ان بعض حدیثوں کو جو ہنوز ہماری حالت موجودہ سے مطابقت نہیں رکھتیں محمول کیا جاوے تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں۔کیونکہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ ان پیشگوئیوں کو اس عاجز کے ایک ایسے کامل متبع کے ذریعہ سے کسی زمانہ میں پورا کر دیوے جو منجانب اللہ مثیل مسیح کا مرتبہ رکھتا ہو اور ہر ایک آدمی سمجھ سکتا ہے کہ متبعین کے ذریعہ سے بعض خدمات کا پورا ہونا درحقیقت ایسا ہی ہے کہ گویا ہم نے اپنے ہاتھ سے وہ خدمات پوری کیں۔بالخصوص جب بعض متبعین فنا فی الشیخ کی حالت اختیار کر کے ہمارا ہی رُوپ لے لیں اور خدا تعالیٰ کا فضل انہیں وہ مرتبہ ظلی طور پر بخش دیوے جو ہمیں بخشا۔تو اس صورت میں بلاشبہ اِن کا ساختہ پرداختہ ہمارا ساختہ پرداختہ ہے کیونکہ جو ہماری راہ پر چلتا ہے وہ ہم سے جدا نہیں اور جو ہمارے مقاصد کو ہم میں ہو کر پورا کرتا ہے وہ درحقیقت ہمارے ہی وجود میں شامل ہے۔اس لیے وہ جزو اور شاخ ہونے کی وجہ سے مسیح موعود کی پیشگوئی میں بھی شریک ہے۔کیونکہ وہ کوئی جدا شخص نہیں۔پس اگر ظلی طور پر وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مثیل مسیح کا نام پاوے اور موعود میں بھی داخل ہو تو کچھ حرج نہیں۔کیونکہ گو مسیح موعود ایک ہی ہے مگر اس ایک میں ہو کر سب موعود ہی ہیں۔کیونکہ وہ ایک ہی درخت کی شاخیں اور ایک ہی مقصد موعود کی روحانی یگانگت کی راہ سے متمم و مکمل ہیں اور انکو انکے پھلوں سے شناخت کرو گے۔‘‘(ازالہ اوہام۔روحانی خزائن جلد۳ صفحات ۳۱۶ تا ۳۱۷)

جناب چوہدری صاحب! حضرت مہدی و مسیح موعودؑ خوابوں کے ضمن میں فرماتے ہیں:۔

’’مومن کبھی رویاء دیکھتا ہے اور کبھی اس کی خاطر کسی اور کو خدا دکھاتا ہے۔‘‘(ذکر حبیب صفحہ ۱۲۹ مصنفہ حضرت مفتی محمد صادق)

خاکسار آگے بڑھنے سے پہلے آپ کیلئے اور افادۂ عام کیلئے یہاں ایک خواب درج کرتا ہے جو کہ میرے دعویٰ کے بعد ماہ اپریل ۲۰۰۴ء کے پہلے ہفتہ میں میری بھتیجی نے پاکستان میں دیکھی تھی۔یہ خواب حضورؑ کے متذکرہ بالا الفاظ اس عاجز کے وجود میں پورے ہوتے ہوئے دکھا رہی ہے۔وہ لکھتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم۔

خواب میں دیکھا کہ کوئی نہ معلوم گھر ہے لیکن ہے ہمارے ڈاور۔اماں جان اور ساتھ میں دونوں بیٹھی ہوئی ہیں۔باقی گھر والے بھی ہیں لیکن سب ٹھیک طرح سے نظر نہیں آتے۔پھر دیکھتی ہوں کہ شمال کی طرف ہمارا منہ ہے۔شمال کی طرف ہی آسمان پر چچا غفار کی بڑی اور رنگین تصویر نظر آتی ہے ایک جھلک کی طرح۔میں اماں سے کہتی ہوں کہ دیکھو اماں چچا کی

تصویر نظر آ رہی ہے ساتھ ہی میرے آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ چچا کی تصویر فوراً ختم ہو جاتی ہے تو پھر ایک جھلک کی طرح حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر نظر آتی ہے۔ پھر ختم ہو جاتی ہے۔ والسلام آ پکی بھتیجی مورخہ ۳۔اپریل ۲۰۰۴ء

چوہدری صاحب! اس خواب میں ایک کھلا کھلا پیغام ہے۔ امید ہے آپ اس پیغام کو سمجھ گئے ہونگے۔ میری بھتیجی کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی یہ خواب اس مضمون کیساتھ منسلک ہے۔

(۲) ’’اب یہ سوال بھی قابل حل ہے کہ مسیح ابن مریم تو دجّال کیلئے آئے گا۔ آپ اگر مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوکر آئے ہیں تو آ پکے مقابل پر دجّال کون ہے؟ اس سوال کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ گو میں اس بات کو تو مانتا ہوں کہ ممکن ہے کہ میرے بعد کوئی اور مسیح ابن مریم بھی آوے اور بعض احادیث کی رو سے وہ موعود بھی ہو۔ اور کوئی ایسا دجّال بھی آوے جو مسلمانوں میں فتنہ ڈالے مگر میرا مذہب یہ ہے کہ اس زمانہ کے پادریوں کی مانند کوئی اب تک دجّال پیدا نہیں ہوا اور نہ قیامت تک پیدا ہوگا۔‘‘ (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۶۲)

(۳) ’’بالآخر ہم یہ بھی ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہمارے بعد کوئی اور بھی مسیح کا مثیل بن کر آوے کیونکہ نبیوں کے مثیل دنیا میں ہوتے رہتے ہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ہی ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی۔ وہ آسمان سے اُترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دے گا۔ وہ اَسیروں کو رستگاری بخشے گا اور اِن کو جو شبہات کے زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دے گا۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظھر الحق و العلاء کان الله نزل من السماء۔‘‘ (روحانی خزائن جلد ۳ صفحات ۱۷۹ تا ۱۸۰)

(۴) ’’اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں سے ہے۔ جس کا نام ابن مریم بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا ہے۔‘‘ (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۱۸)

جناب چوہدری محمد اسلم صاحب! اب یہ حقیقت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے کہ سلسلہ محمدیہ میں آنحضرت ﷺ کے بعد جو مجددین یا مصلحین کا سلسلہ شروع ہوا تھا اِن میں سے دو کا آپ ﷺ نے نہ صرف بطور خاص ذکر فرما کر انہیں موعود قرار دیا بلکہ اُن کے روحانی نام بھی بیان فرما دیئے ہیں یعنی ایک مہدی اور دوسرا مسیح۔ آپ ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق جب ایک صدی قبل حضرت مرزا غلام احمدؑ بطور مہدی مبعوث ہوئے تو آپؑ نے بھی اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر اپنے بعد ایک مسیح کی خبر دی ہے اور اُسے مسیح موعود کی پیشگوئی میں شامل فرمایا ہے جیسا کہ آپ کے متذکرہ بالا فرمودات سے ظاہر ہے۔ یہ وہی مسیح موعود ہے جس کا آنحضرت ﷺ نے مہدی کے بعد آخری زمانے میں نازل ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔ حضرت مرزا غلام احمدؑ مہدی معہود ہونے کے علاوہ مسیح موعود بھی تھے اور اس کا ثبوت میری کتب اور میرے مضامین میں موجود ہے۔ ہوسکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اُمتِ محمدیہ میں کتنے مسیح موعود ہیں؟ تو جواباً عرض کرتا ہوں کہ (اولاً) آنحضرت ﷺ کے فرموداتِ صحیحہ ومرفوعہ جو کہ بطورِ خاص بخاری ومسلم میں موجود ہیں سے اُمت محمدیہ میں ایک سے زیادہ مسیحائی نفوس کا نزول ثابت ہے اور (ثانیاً) یہ بات سچ اور بالکل سچ ہے اور حضرت مہدی ومسیح موعودؑ نے اس کا اپنی کتاب ’’آئینہ کمالاتِ اسلام‘‘ میں مفصل ذکر فرمایا ہے کہ جب ایک نبی یا رسول کی وفات کے بعد اُسکی جماعت یا اُمت اُسکی تعلیم کو بگاڑ کر اور کمی بیشی کر کے غلط عقائد اُس نبی کی طرف منسوب کر دیتی ہے تو پھر اس وفات یافتہ نبی یا رسول کے دل میں اِن بے جا اور عقائدِ باطلہ کو دور کرنے کیلئے ایک تڑپ اور اعلیٰ درجہ کا جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ تب اس وفات یافتہ نبی کی روح تقاضہ کرتی ہے کہ اسکا کوئی قائم مقام زمین پر پیدا ہو، تا وہ اُسکی طرف منسوب جھوٹوں کا قلع قمع کرے۔ حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریمؑ کی اُمت کی نالائق کرتوتوں کی وجہ سے آ پکی روح کو تین مرتبہ ایسے مواقع پیش آنے تھے۔

پہلی دفعہ حضرت مسیح ابن مریمؑ کی وفات کے چھ سو سال بعد جب یہودیوں نے حد سے زیادہ اس بات پر اصرار کیا کہ آپؑ نعوذ باللہ مکار اور کاذب تھے اور آپؑ کا تولد ناجائز تھا۔ آپؑ کے پیروکاروں نے اس پر غلو کیا کہ آپؑ نعوذ باللہ خدا تھے اور خدا تعالیٰ کے بیٹے تھے اور آپؑ نے دنیا کو گناہوں سے نجات دینے کیلئے صلیب پر جان دیدی وغیرہ۔ تب حضرت مسیح ابن مریمؑ کی روح کے جوش کے موافق ہمارے عظیم مسیح اور ہمارے سید آنجناب ﷺ کا ظہور ہوا۔ آپ ﷺ نے حضرت مسیح ناصریؑ کے اَدھورے کاموں کو پورا کیا۔ آپؑ کی صداقت کیلئے گواہی دی اور اُن تہمتوں سے آ پکی ذات کو بری قرار دیا جو یہود ونصاریٰ نے آپؑ پر لگائی تھیں۔ پھر دوسری دفعہ حضرت مسیح ناصریؑ کی روح کو اس وقت جوش آیا جب نصاریٰ میں دجّالیت کی صفت اَتم اور اَکمل طور پر داخل ہوگئی۔ انہوں نے اپنے نبی متبوع کی تعلیم میں خیانت کرتے ہوئے ترمیم وتنسیخ کرنے کیساتھ ساتھ خدائی کاموں میں بھی بے جا دخل دینا شروع کر دیا تھا۔ اس وقت پھر حضرت مسیح ناصریؑ کی روح کو جوش آیا اور اُس نے دنیا میں اپنا مثالی نزول چاہا۔ تب آپؑ کی روح کے جوش کے موافق حضرت مرزا غلام احمدؑ کا ظہور ہوا۔ چونکہ آپ کی روح کو عیسوی روح سے حد درجہ کی مناسبت تھی لہٰذا اس روحانی مناسبت کی وجہ سے آپؑ مسیح موعود کہلائے۔ تیسری دفعہ اس وقت حضرت مسیح ناصریؑ کی روح کو جوش آنا تھا جب آخری زمانہ میں ایک بار پھر دنیا میں ظلم وستم اور فساد برپا ہوگا۔ لوگ دنیا کی طرف جھک جائیں گے اور مردار کھائیں گے۔ شرک پھیلے گا اور دوبارہ

مسیح کی پرستش شروع ہوجائے گی۔ جب ایسا ہوگا تو پھر حضرت مسیح ناصریؑ کی روحانیت سخت جوش میں آ کر جلالی طور پر اپنا نزول چاہے گی۔ تب حضرت مسیح ابن مریمؑ کا یہ نزول غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود کے رُوپ میں ہوکر اس زمانے کا خاتمہ ہوجائے گا۔ لہٰذا اس طرح قطعی طور پر یہ واضح ہوجاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے علاوہ اُمت محمدیہ میں کم از کم دو مسیح موعود ضرور ہیں۔

جماعت احمدیہ اور سلسلہ مجددین۔ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق تیرھویں صدی کے سر پر اس صدی کے مجدد کو جو کہ مہدی مسعود بھی تھا اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا۔ آپؑ نے ۱۸۸۹ء میں ایک جماعت قائم کی اور اس کا نام جماعتِ احمدیہ رکھا۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں حضرت مہدی معہودؑ کی آمد سے پہلے تک اُمتِ محمدیہ بہتّر (۷۲) فرقوں میں تقسیم چکی تھی۔ آپؑ نے جس جماعت کو قائم کیا وہ تہتّرواں (۷۳) فرقہ ہونے کیساتھ ساتھ محمدی سلسلے کا تسلسل بھی تھا۔ اب جب اُمتِ محمدیہ میں ایک کامل کتاب قرآن مجید کے ہوتے ہوئے ہر صدی کے بعد مجدد کی ضرورتِ حقہ پیدا ہوتی رہی اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق ہر صدی کے سر پر اُسے بھیجتا بھی رہا تو پھر احمدیت جو کہ محمدیت کا ہی ظل اور تسلسل ہے اس میں مجددین کا سلسلہ کیونکر بند ہوسکتا ہے؟ ظل تو بہرحال ظل ہے۔ اس لحاظ سے ظل کو اصل کے بالمقابل زیادہ تجدید کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن عجیب حیرت ہے کہ بانئ جماعت تو اپنے بعد ایک مسیح موعود (مصلح موعود) کی خبر دے رہے ہیں لیکن آپؑ کے انتخابی خلفاء ہونے کا دم بھرنے والے حتیٰ کہ خدا کے بنائے ہوئے خلفاء کا دعویٰ کرنیوالے اس ضد اور غلطی پر اَڑے ہوئے ہیں کہ اب کسی مجدد کے آنے کی ضرورت نہیں۔ احمدیہ سلسلہ میں کسی مجدد یا مصلح نے آنا ہے یا کہ نہیں اسکا فیصلہ تو اللہ تعالیٰ نے کرنا ہے نہ کہ ان خاندانی خلیفوں نے۔ احمدیہ سلسلہ میں کسی مجدد کے آنے یا نہ آنے کے سلسلہ میں ایک سوال کے جواب میں خود حضرت بانئ جماعتؑ اِرشاد فرماتے ہیں:۔

''۲۹ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ قبل دوپہر۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا آپکے بعد بھی مجدد آئے گا؟ اس پر فرمایا۔ اس میں کیا ہرج ہے کہ میرے بعد بھی کوئی مجدد آجاوے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت ختم ہوچکی تھی اس لیے مسیح علیہ السلام پر آپکے خلفاء کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ لیکن آنحضرت ﷺ کا سلسلہ قیامت تک ہے اسلئے اس میں قیامت تک ہی مجددین آتے رہیں گے اگر قیامت نے فنا کرنے سے چھوڑا تو کچھ نہیں کہ کوئی اور بھی آجائے گا۔ ہم ہرگز اس سے انکار نہیں کرتے کہ صالح اور ابرار لوگ آتے رہیں گے اور پھر بغتۃً قیامت آجائے گی''

(ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۱۹)

خلیفہ ثانی صاحب نے بھی اپنی تحریروں میں آنحضرت ﷺ کے اس مبارک اِرشاد کی نہ صرف توثیق کی ہے بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ بغرض اِصلاح کسی نبی کو بھی مبعوث فرما سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ لکھتے ہیں۔

''یہ بھی یاد رکھو کہ مرزا صاحبؑ نبی ہیں اور بحیثیت رسولؐ اللہ کے خاتم النبیین ہونے کے آپؐ کی اتباع سے آپؑ کو نبوت کا درجہ ملا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ اور کتنے لوگ یہی درجہ پائیں گے۔ ہم اُنہیں کیوں نبی نہ کہیں۔'' (آئینہ صداقت ۱۹۲۱ء بحوالہ انوار العلوم جلد ۶ صفحہ ۱۲۴)

تجدید کے سلسلہ میں آپ لکھتے ہیں۔

''حدیثوں میں آتا ہے کہ ہر صدی کے سر پر دنیا کو ایک ہوشیار کرنیوالے کی ضرورت پیش آجاتی ہے اور اسلام میں اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجتا رہے گا۔ ان مجددوں کے متعلق بھی اس آیت (سورۃ قدر۔ نمبر ۲۔ ناقل) میں یہ پیشگوئی موجود ہے کیونکہ وہ بھی جزوی طور پر محمد رسول اللہ ﷺ کے قائم مقام ہوتے ہیں اور ایک جزوی تاریک رات میں اُن کا ظہور ہوتا ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۳۱۹)

اب حضرت مہدی معہودؑ تو ارشاد فرمارہے ہیں کہ سلسلہ محمدیہ میں قیامت تک مجددین آتے رہیں گے لیکن آپکے انتخابی خلفاء اس بات پر اَڑے ہوئے ہیں کہ اب کسی مجدد نے نہیں آنا۔ دیگر اغلاط کے علاوہ یہ وہ غلطی تھی جس کی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمدؑ کو ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء میں جبکہ آپکا دعویٰ محض مجدد ہونے کا تھا الہاماً ایک زکی غلام کی بشارت سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ احمدیت میں مذہب کے لبادے میں آئندہ زمانے میں کیا کچھ ہونیوالا تھا۔؟ لہٰذا احمدیت کے قیام سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ نے بانئ جماعت کو ایک مسیحائی نفس مصلح کی بشارت دیدی۔ یہی غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) آپکا روحانی فرزند تھا بعینہٖ جس طرح آپؑ خود آنحضرت ﷺ کے روحانی فرزند تھے۔ یہی غلام مسیح الزماں، یہی مصلح موعود جماعت احمدیہ میں پہلا مجدد موعود ہے۔ کوئی بھی احمدی خواہ وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا۔ اس حقیقت کا انکار دراصل بانئ جماعت کا ہی انکار ہے۔ اب تصفیہ طلب اَمر یہ ہے کہ سلسلہ احمدیہ میں اس مسیح موعود، مصلح موعود یا مجدد موعود کا معاملہ کیا ہے؟ کیا وہ جماعتِ احمدیہ میں ظاہر ہوچکا ہے یا کہ ابھی اُس نے آنا ہے۔؟ اس سوال یا معمے کو سمجھنے اور حل کرنے کیلئے ہمیں پیشگوئی غلام مسیح الزماں کا دیانتداری، غیر جانبداری اور گہری نظر سے جائزہ لینا ہوگا۔

غلام مسیح الزماں سے متعلق اِلہامی پیشگوئی کا جائزہ

برادرم چوہدری محمد اسلم صاحب! بات شروع کرنے سے پہلے خاکسار اپنی خداداد فہم وفراست کی روشنی میں ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے سلسلہ میں چند باتیں آپ کے آگے رکھنا چاہتا ہے۔اُمید ہے آپ اِن پرغور وفکر فرمائیں گے۔ برادرم۔ یہ بات یاد رکھیں کہ بشارت کے وقت مبشر (وجود) دنیا میں موجود نہیں ہوتا۔

بشارت کے وقت مبشر (وجود) موجود نہیں ہوتا۔وہ کلام اِلٰہی جو آنحضورﷺ کے مبارک اور پاک دل پر نازل ہوا تھا اور وہ جو قیامت تک سب کیلئے حکم اور فرقان کی حیثیت رکھتا ہے وہ ہمیں خبر دیتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو کسی وجود کی بشارت دیتا ہے تو بشارت کے وقت وہ مُبَشّر وجود عالم ناسوت (یعنی دنیا) میں موجود نہیں ہوتا بلکہ اس وجود نے بشارت کے بعد پیدا ہونا ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے بعض اَنبیاءؑ کی مثالیں دے کرہمیں سمجھایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اُنکے بچوں کی بشارتیں دی تھیں تو اُس وقت یہ بچے دنیا میں موجود نہیں تھے بلکہ بشارتوں کے بعد پیدا ہوئے۔مثلاً اللہ تعالیٰ نے حضرت اِبراہیمؑ کو حضرت اِسماعیلؑ اور حضرت اِسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کی بشارتیں بخشیں تھیں اور بشارت کے وقت یہ دونوں بیٹے اور پوتا دنیا میں موجود نہیں تھے بلکہ بشارتوں کے بعد پیدا ہوئے تھے۔اِسی طرح حضرت یحییٰؑ اور حضرت مسیح ابن مریمؑ بھی بشارت کے وقت دنیا میں موجود نہیں تھے بلکہ بشارتوں کے بعد پیدا ہوئے اور یہ حقیقت درجِ ذیل آیات قرآنی سے کامل طور پر ثابت ہوجاتی ہے۔

(۱)"رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ٥فَبَشَّرْ نٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ٥فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰی ط۔ ------------ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ٥" (صافات =۱۰۱،۱۰۲،۱۰۳) ترجمہ۔(تفسیر صغیر) (اور اِبراہیمؑ نے کہا) اے میرے ربّ! مجھے نیکوکار اولاد بخش۔تب ہم نے اِس کو ایک حلیم غلام کی بشارت دی۔پھر جب وہ غلام اِسکے ساتھ تیز چلنے کے قابل ہوگیا تو اُس (اِبراہیم) نے کہا اے میرے بیٹے! میں نے تجھے خواب میں دیکھا ہے کہ (گویا) میں تجھے ذبح کررہا ہوں۔پس تو فیصلہ کر کہ اِس میں تیری کیا رائے ہے۔۔۔۔۔ مجھے اپنے اِیمان پر قائم رہنے والا دیکھے گا۔

(۲)"وَ امْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْ نٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ٥ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰٓی ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ٥" (ھود =۷۲،۷۳) ترجمہ۔(تفسیر صغیر) اور اُس (اِبراہیم) کی بیوی (بھی پاس ہی) کھڑی تھی۔اِس پر وہ بھی گھبرائی۔تب ہم نے اُسکی تسلی کے لیے اُس کو اِسحٰق کی اور اِسحٰق کے بعد یعقوب (کی پیدائش) کی بشارت دی۔اُس (اِبراہیم کی بیوی) نے کہا، ہائے میری ذِلت! کیا میں (بچّہ) جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی (ہوچکی) ہوں اور میرا خاوند بھی بڑھاپے کی حالت میں ہے۔یہ یقیناً عجیب بات ہے۔

(۳)"فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ط قَالُوْا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ٥فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ٥قَالُوْا كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ٥" (ذاریات =۲۹ تا ۳۱) ترجمہ۔(تفسیر صغیر) اور (حضرت اِبراہیمؑ دِل میں) اُن سے کچھ ڈرا (وہ یعنی فرشتے اِس حالت کو سمجھ گئے) اور کہنے لگے، ڈر نہیں۔اور اُسے ایک علیم غلام کی بشارت دی۔اِتنے میں اُسکی بیوی آگے آئی جس کے چہرہ پر شرم کے آثار تھے۔پس اُس نے زور سے اپنے ہاتھ چہرے پر مارے اور بولی۔میں ایک بانجھ بڑھیا ہوں۔اُنہوں نے کہا (یہ سچ ہے) تو ایسی ہی ہے لیکن تیرے ربّ نے (وہی) کہا ہے (جو ہم نے کہا ہے) وہ یقیناً بڑی حکمت والا (اور) بڑے علم والا ہے۔

(۴)"قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ٥قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ عَلٰٓی اَنْ مَّسَّنِیَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ٥قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ ٥" (الحجر =۵۴،۵۵،۵۶) ترجمہ۔(تفسیر صغیر) اُنہوں (یعنی فرشتوں) نے کہا (کہ) تو خوف نہ کر، ہم تجھے ایک علیم غلام کی بشارت دیتے ہیں۔اُس نے کہا (کہ) کیا تم نے میرے بوڑھا ہوجانے کے باوجود مجھے یہ بشارت دی ہے، پس (بتاؤ کہ) کس بنا پر تم مجھے (یہ) بشارت دیتے ہو۔اُنہوں نے کہا کہ ہم نے تجھے سچی بشارت دی ہے۔پس تو نااُمید مت ہو۔

(۵)"یٰزَكَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اِسْمُهٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ٥قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِیًّا ٥قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَیْئًا ٥" (مریم =۸،۹،۱۰) ترجمہ۔(تفسیر صغیر) (اِس پر اللہ نے فرمایا) اے زکریا! ہم تجھے ایک غلام کی خبر دیتے ہیں اِس کا نام یحییٰ ہوگا۔ہم نے اِس سے پہلے کسی کو اِس نام سے یاد نہیں کیا۔(زکریا نے) کہا۔اے میرے ربّ! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوسکتا ہے، حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی اِنتہائی حد کو پہنچ چکا ہوں۔(فرشتہ نے) کہا (کہ جس طرح تو کہتا ہے واقعہ) اِسی طرح (ہے) (مگر) تیرا ربّ کہتا ہے کہ یہ (بات) مجھ پر آسان ہے اور (دیکھ کہ) میں تجھے اِس سے پہلے پیدا کرچکا ہوں حالانکہ تو کچھ بھی نہیں تھا۔

(۶)"هُنَالِكَ دَعَازَكَرِیَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ٥ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ٥ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِیَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ ط قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ٥" (ال عمران =۳۹،۴۰،۴۱) ترجمہ۔(تفسیر صغیر) تب زکریا نے اپنے ربّ کو پکارا کہا کہ اے میرے ربّ! تو مجھے اپنی جناب سے پاک اولاد بخش۔تو یقیناً دُعاؤں کو قبول کرنے والا ہے ٥ اِس پر فرشتوں نے اُسے جبکہ وہ گھر کے بہترین حصہ میں نماز پڑھ رہا تھا آواز دی کہ اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کی ایک بات کو پورا کرنے والا ہوگا اور سردار اور

(گناہوں سے) روکنے والا اور نیکیوں میں سے (ترقی کر کے) نبی ہوگا۔اُس نے کہا کہ اے میرے ربّ مجھے لڑکا کس طرح ملے گا، حالانکہ مجھ پر بڑھاپا آ گیا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے۔فرمایا اللہ ایسا ہی (قادر) ہے۔وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

(۷)"اِذْقَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ o وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ o قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَ لَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ط قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ o"(ال عمران =۴۶، ۴۷، ۴۸) ترجمہ۔(تفسیر صغیر) جب فرشتوں نے کہا تھا کہ اے مریم! اللہ تجھے اپنے ایک کلام کے ذریعہ سے بشارت دیتا ہے اُس (مُبَشَّر) کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا جو (اس) دنیا اور آخرت میں صاحب منزلت ہوگا اور (خدا کے) مقربوں میں سے ہوگا۔اور پنگھوڑے (یعنی چھوٹی عمر) میں بھی لوگوں سے باتیں کرے گا اور ادھیڑ عمر ہونے کی حالت میں (بھی) اور نیک لوگوں میں سے ہوگا۔اُس (یعنی حضرت مریم) نے کہا (کہ) اے میرے ربّ! میرے ہاں بچہ کس طرح ہوگا حالانکہ کسی بشر نے (بھی) مجھے نہیں چھُوا۔فرمایا اللہ (کا کام) ایسا ہی (ہوتا) ہے۔وہ جو چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے (اور) جب وہ کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اِسکے متعلق صرف یہ فرماتا ہے کہ تو وجود میں آ جا۔سو وہ وجود میں آ جاتی ہے۔

(۸)"قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا o قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا o قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا o"(مریم =۲۰، ۲۱، ۲۲) ترجمہ۔(تفسیر صغیر) (فرشتہ نے) کہا۔میں تو صرف تیرے ربّ کا بھیجا ہوا پیغامبر ہوں تا کہ میں تجھے (وحی کے مطابق) ایک زکی (پاک اور نیک) غلام دوں۔(مریم نے) کہا۔میرے ہاں غلام کہاں سے ہوگا۔حالانکہ اب تک مجھے کسی مرد نے نہیں چھُوا۔اور میں کبھی بدکاری میں مبتلا نہیں ہوئی۔(فرشتہ نے) کہا (بات) اِسی طرح ہے (جس طرح تو نے کہی، مگر) تیرے ربّ نے یہ کہا ہے، کہ یہ (کام) مجھ پر آسان ہے اور (ہم اِسلئے یہ غلام پیدا کریں گے) تا کہ اُسے لوگوں کیلئے ایک نشان بنائیں اور اپنی طرف سے رحمت (کا موجب بھی بنائیں) اور یہ (اَمر) ہماری تقدیر میں طے ہو چکا ہے۔

جناب چوہدری صاحب! اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے خوب کھول کھول کر اپنی اِس سنت کی وضاحت فرما دی ہے کہ جب میں اپنے کسی بندے کو کسی بچے کی بشارت دیا کرتا ہوں تو بشارت کے وقت وہ بچہ (یعنی مُبَشَّر) دنیا میں موجود نہیں ہوتا بلکہ بشارت کے بعد پیدا ہوا کرتا ہے۔اب ہم زکی غلام سے متعلق مبشر اِلہامات کا جائزہ لیتے ہیں اور اس غرض کیلئے میں پہلے ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی درج کرتا ہوں۔

پیشگوئی مصلح موعود

(۱)۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء۔خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہٗ وعزّ اسمہٗ) نے اپنے اِلہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ!

☆ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔سو میں نے تیری تضرّعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیّت جگہ دی۔اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔فضل اور اِحسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔اے مظفر! تجھ پر سلام۔خدا نے یہ کہا۔تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔اور تا حق اپنی تمام برکتوں کیساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کیساتھ بھاگ جائے۔اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔اور تا وہ یقین لائیں۔کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔اور تا اُنہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔اور خدا کے دین اور اُسکی کتاب اور اُس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو اِنکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو۔کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔اُس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔اِس کو مقدّس روح دی گئی ہے۔اور وہ رِجس سے پاک ہے۔وہ نور اللہ ہے۔مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اُس کیساتھ فضل ہے۔جو اُسکے آنے کے ساتھ آئیگا۔وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔وہ دُنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔وہ کلمۃ اللہ ہے۔کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔اور دل کا حلیم۔اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔(اِسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔فرزند دلبند گرامی ارجمند۔مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔جس کا نزول بہت مبارک اور جلال اِلٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔نور آتا ہے نور۔جس کو خدا نے اپنی رضا مندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ہم اِس میں اپنی رُوح

ڈالیں گے۔اور خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہوگا۔وہ جلد جلد بڑھے گا۔اور اسیروں کی رُستگاری کا موجب ہوگا۔اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔وَ کَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔☆ (تذکرہ صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۱ بحوالہ مجموعہ اِشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق چند حقائق

برادرم چوہدری صاحب! اب یہ ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کے اصل الفاظ ہیں اور اسی اِلہامی پیشگوئی کو جماعت احمدیہ میں پیشگوئی مصلح موعود کہا جاتا ہے۔اِس اِلہامی پیشگوئی کے متعلق حقائق کیا ہیں۔؟ اِس الہامی پیشگوئی سے کیا ثابت ہوتا ہے۔؟ یہ حقائق درج ذیل ہیں:۔

(۱) اِس اِلہامی پیشگوئی میں حضورؑ کو دو (۲) نشانوں یا دو (۲) وجودوں کی بشارت دی گئی تھی یعنی ایک نشان کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا قرار دیا ہے اور دوسرے نشان کو اللہ تعالیٰ نے زکی غلام کا نام دیا ہے۔مثلاً۔(۱) ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔اور (۲) ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ''وجیہہ اور پاک لڑکے'' کے متعلق بڑی وضاحت کیساتھ یہ فرمادیا ہے کہ ''وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا''۔لیکن زکی غلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کچھ نہیں فرمایا کہ وہ کیا ہوگا اور کون ہوگا۔؟

(۳) زکی غلام کو مُلہم نے اپنا جسمانی لڑکا خیال کرتے ہوئے اس کیساتھ بریکٹ میں لفظ (لڑکا) لکھا ہے اور یہ بریکٹ میں (لڑکا) اِلہامی لفظ نہیں ہے بلکہ مُلہم کا زکی غلام کے متعلق اپنا قیاس اور اجتہاد ہے۔

(۴) ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں زکی غلام مصلح موعود ہے اور اِس کے متعلق پیشگوئی ''اُس کیساتھ فضل ہے۔۔۔سے شروع ہوکر۔۔۔۔وَ کَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔'' آخر تک جاتی ہے۔واضح رہے کہ ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود کے حق میں ہے لیکن اِسی پیشگوئی میں ''وجیہہ اور پاک لڑکے'' کی پیشگوئی بطورِ فرع شامل ہے۔

(۵) اِس اِلہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے مُلہم کو اِس بارے میں قطعاً کوئی خبر نہیں دی ہے کہ یہ ''وجیہہ اور پاک لڑکا'' اور یہ ''زکی غلام'' کب پیدا ہونگے۔؟ اِلہامی پیشگوئی کے الفاظ ہمیں بتارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مُلہم کو اِس معاملہ میں مکمل طور پر لاعلم رکھا ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ نے ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں زکی غلام (مصلح موعود) کی پہچان کیلئے درجِ ذیل الفاظ میں قطعی، علمی اور مرکزی علامات بیان فرمائیں ہیں:۔

☆ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔اور دل کا حلیم۔اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔(اِسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔فرزند دلبند گرامی ارجمند۔مَظْھَرُ الْاَوَّلِ وَ الْاٰخِرِ۔مَظْھَرُ الْحَقِّ وَ الْعَلَآءِ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔☆

برادرم چوہدری صاحب! مجھے اُمید ہے کہ اِلہامی پیشگوئی کے متعلق یہ جو چھ باتیں میں نے بطور حقائق لکھی ہیں جماعت احمدیہ میں کسی بھی صاحب علم و صاحب نظر کو نہ اِن میں کوئی شک ہوسکتا ہے اور نہ ہی کوئی اعتراض۔یہ ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کے چھ حقائق ہیں جن سے اِنکار ممکن نہیں ہے۔اور اُمید ہے آپ بھی اِس سے اتفاق کریں گے۔

(۷) اِن چھ (۶) حقائق کے علاوہ ایک ساتویں حقیقت یہ بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ زکی غلام جس کے متعلق حضورؑ کا یہ اِجتہادی خیال تھا کہ وہ آپ کا جسمانی لڑکا ہوگا۔اِس اِجتہادی خیال کے مطابق پیدا ہونیوالے جسمانی لڑکے نے بھی حضورؑ کے بقول حضرت نصرت جہاں بیگمؓ کی بجائے کسی پارساطبع اور نیک سیرت تیسری اہلیہ کے بطن سے پیدا ہونا تھا۔یہ یاد رہے کہ ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کے معاً بعد حضورؑ نے ایک کشف دیکھا تھا۔۸۔جون ۱۸۸۶ء کو ایک خط میں اِس کشف کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ حضرت مولوی نور الدینؓ صاحب سے فرماتے ہیں:۔

☆ شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا۔کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین، کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائے گا۔سو اس کا نام بشیر ہوگا۔اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شاید وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا۔اب زیادہ تر الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب اِلٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارساطبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی۔وہ صاحبِ اولاد ہوگی۔اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے۔تین ان میں سے تو آم کے تھے مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا۔وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا۔اگرچہ ابھی یہ الہامی بات نہیں مگر میرے دل میں یہ پڑا ہے کہ وہ پھل جو اس جہان کے پھلوں میں سے نہیں ہے۔وہی مبارک لڑکا ہے۔کیونکہ کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے۔اور جبکہ ایک پارساطبع اہلیہ کی بشارت دی گئی اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دیئے گئے۔جن میں سے ایک پھل الگ وضع کا ہے تو یہی سمجھا جاتا ہے۔وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔مگر میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی ہو جائے۔۔۔اِن دنوں میں اِتفاقاً ئی شادی کیلئے دو (۲) شخصوں نے تحریک کی تھی مگر جب اِنکی نسبت استخارہ کیا گیا تو ایک عورت کی نسبت جواب ملا کہ اس کی

قِسمت میں ذلّت ومحتاجگی و بے عزتی ہے اور اس لائق نہیں کہ تمہاری اہلیہ ہو اور دوسری کی نسبت اشارہ ہوا کہ اس کی شکل اچھی نہیں۔ گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صاحبِ صورت وصاحبِ سیرت لڑکا (موعود زکی غلام۔ ناقل) جس کی بشارت دی گئی ہے وہ برعایت مناسبت ظاہری اہلیہ جمیلہ و پارساطبع سے پیدا ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصّواب۔'' ☆

(تذکرہ صفحہ ۱۱۲ تا ۱۱۳/ مکتوب مورخہ ۸ جون ۱۸۸۶ء بنام حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ مکتوبات احمد جلد ۲ صفحہ ۱۲۔ ۱۳)

حضورؑ کے اِس خط سے درج ذیل تین باتیں ثابت ہیں۔

(اولاً) آپؑ کا یہ خیال تھا یا آپ کو یہ امید لگی ہوئی تھی کہ یہ سبز رنگ کا بڑا پھل '' زکی غلام یعنی مصلح موعود'' آپکا جسمانی بیٹا ہوگا۔

(ثانیاً) وہ جسمانی بیٹا حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگمؓ کے بطن سے نہیں ہوگا۔

(ثالثاً) یہ کہ عنقریب مجھے ایک اور نکاح کرنا پڑے گا اور وہ زکی غلام یعنی مصلح موعود کسی پارساطبع اور نیک سیرت تیسری اہلیہ سے ہوگا۔

جناب چوہدری صاحب! حضورؑ اپنے الفاظ میں فرمارہے ہیں کہ پسر موعود یا خاص لڑکا نصرت جہاں بیگمؓ کی بجائے کسی تیسری اہلیہ میں سے پیدا ہوگا۔ ازاں بعد یہ تیسری شادی تو ہو نہ سکی لیکن یہ زکی غلام (مصلح موعود) حضرت اُم المومنین نصرت جہاں بیگمؓ کے بطن سے بھی پیدا نہ ہوا۔ اِس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

بشیر احمد اوّل کی پیدائش۔ مورخہ ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء کے دن بشیر احمد اوّل پیدا ہوئے۔ حضورؑ اسکے متعلق اپنے اِشتہار بنام ''خوشخبری'' میں فرماتے ہیں۔

''اے ناظرین! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کیلئے میں نے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی کی تھی اور اللہ تعالیٰ سے اطلاع پاکر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہوجائیگا۔ آج ۱۶۔ ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہوگیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۴۱)

آپؑ نے بشیر احمد اوّل کی پیدائش پر اِس لڑکے کو ''مولود مسعود'' کا نام دے کر اِسے پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہونے کا واضح اشارہ دے دیا تھا لیکن رضائے الٰہی کے تحت یہ بچہ پندرہ (۱۵) ماہ زندہ رہ کر ۴۔ نومبر ۱۸۸۸ء کے دن فوت ہوگیا۔ چنانچہ ۴۔ دسمبر ۱۸۸۸ء کو حضورؑ نے مولوی نورالدینؓ کو ایک خط لکھا۔ اس خط میں آپؑ فرماتے ہیں:۔

☆ یہ عبارت کہ خوبصورت پاک لڑکا۔۔۔۔۔ جو آسمان سے آتا ہے۔ یہ تمام عبارت چند روزہ زندگی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چند روز رہ کر چلا جاوے اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہوجائے۔ اور بعد کا فقرہ مصلح موعود کی طرف اشارہ ہے اور آخیر تک اسکی تعریف ہے۔۔۔۔ بیس ۲۰ فروری کی پیشگوئی۔۔۔ دو پیشگوئیوں پر مشتمل تھی جو غلطی سے ایک سمجھی گئی۔ اور پھر بعد میں الہام الٰہی نے اس غلطی کو رفع کردیا۔ ☆ (تذکرہ صفحہ ۱۰۹/ مکتوب ۴ دسمبر ۱۸۸۸ء بنام حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ مکتوبات احمد جلد ۲ صفحہ ۷۵)

اب متذکرہ بالا الفاظ سے ظاہر ہے کہ بشیر احمد اوّل کی وفات پر حضورؑ سمجھ چکے تھے کہ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی دو پیشگوئیوں پر مشتمل ہے۔ ''وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نوراللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔'' اِلہامی پیشگوئی کے اس حصہ کو حضورؑ نے بشیر احمد اول پر چسپاں فرما کر اُسکے متعلق فرمادیا! ''یہ تمام عبارت چند روزہ زندگی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چند روز رہ کر چلا جاوے اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہوجائے۔''

درج بالا حوالہ کے مطابق آگے حضورؑ فرماتے ہیں کہ۔۔۔ ''اور بعد کا فقرہ مصلح موعود کی طرف اشارہ ہے اور آخیر تک اسکی تعریف ہے۔''

حضورؑ کے فرمان کے مطابق مصلح موعود کے متعلق جو عبارت یا پیشگوئی ہے وہ اِس فقرہ سے شروع ہوتی ہے۔۔۔ ''اُس کیساتھ فضل ہے۔ جو اسکے آنے کے ساتھ آئیگا۔۔۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

اب ظاہر ہے الہامی پیشگوئی میں دو (۲) وجودوں کا ہی ذکر ہے۔ ایک ''وجیہہ اور پاک'' اور دوسرا ''زکی غلام''۔ وجیہہ اور پاک لڑکا تو بشیر احمد اوّل کی شکل میں پیدا ہوکر پیشگوئی کے الفاظ کے مطابق دوبارہ آسمان کی طرف اُٹھالیا گیا۔ اب پیچھے دوسرا وجود یعنی ''زکی غلام'' رہ گیا تھا اور اسی کو حضورؑ نے مصلح موعود قرار دیا اور اِسی کے متعلق فرمایا تھا۔۔۔ ''اور بعد کا فقرہ مصلح موعود کی طرف اشارہ ہے اور آخیر تک اسکی تعریف ہے''

برادرم چوہدری صاحب! مکرر عرض ہے کہ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے نزول کے بعد حضورؑ نے دونوں وجودوں (وجیہہ اور پاک لڑکا اور زکی غلام) کو ایک پیشگوئی یا ایک وجود سمجھتے ہوئے اِلہامی پیشگوئی کی اشاعت کے وقت زکی غلام کیساتھ بریکٹ میں لفظ (لڑکا) لکھ دیا تھا۔ اور بریکٹ میں لفظ (لڑکا) کے الفاظ حضورؑ کے اپنے اجتہادی الفاظ ہیں نہ کہ اِلہامی۔ اب ''وجیہہ اور پاک لڑکا'' یعنی بشیر احمد اوّل کی وفات کے بعد بھی حضورؑ زکی غلام کو اپنا لڑکا سمجھنے کے قیاس پر قائم رہتے ہوئے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو سبز اشتہار یعنی ''حقانی تقریر بر واقعہ وفاتِ بشیر'' میں فرماتے ہیں۔

(۱)''اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزولِ رحمت کا موجب ہوا اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔''(سبز اشتہار تصنیف یکم دسمبر ۱۸۸۸ء۔ روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۴۶۳ حاشیہ۔مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۷۹ حاشیہ)

اسی سبز اشتہار میں آگے جا کر حاشیہ ہی میں آپؑ فرماتے ہیں:۔

(۲)''اور یہ دھوکا کھانا نہیں چاہیے کہ جس پیشگوئی کا ذکر ہوا ہے وہ مصلح موعود کے حق میں ہے۔کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں پسرِ متوفی کے حق میں ہیں اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کیساتھ فضل ہے جو اسکے آنے کیساتھ آئے گا۔پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضلِ عمر ظاہر کیا گیا ہے۔اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرضِ التوا میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے پیدا ہو کر پھر واپس اُٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمتِ الٰہیہ نے اسکے قدموں کے نیچے رکھے تھے اور بشیر اوّل جو فوت ہو گیا ہے۔بشیر ثانی کیلئے بطور ارہاص تھا اسلئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔''(ایضاً صفحہ ۴۶۷۔ایضاً صفحہ ۱۸۳ تا ۱۸۴)

جناب چوہدری صاحب!سبز اشتہار کے حاشیہ میں مذکورہ ان دونوں حوالہ جات سے جو ثابت ہوتا ہے وہ درج ذیل ہے:۔

(۱)۔۔۔سبز اشتہار کے متذکرہ بالا پہلے حوالے میں حضورؑ نے یہ جو فرمایا ہے کہ ''خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی''۔اس ضمن میں عرض ہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں بلاشک وشبہ دو نشانوں کی بشارت دی گئی تھی یعنی ایک وجیہہ اور پاک لڑکا اور دوسرا زکی غلام۔زکی غلام جس کو حضورؑ نے مصلح موعود قرار دیا ہے وہ عملی طور پر حضورؑ کا صلبی لڑکا ثابت نہیں ہوتا (اس کی تفصیل بعد میں آئے گی) بلکہ آپؑ کا روحانی فرزند ثابت ہوتا ہے۔ایسے ہی جیسے آپؑ بذات خود آنحضرت ﷺ کے روحانی پسر تھے۔لہٰذا حضورؑ کے کلام اور الہام میں تطبیق پیدا کرنے کی خاطر ہمارے لیے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ ہم یہ یقین کریں کہ حضورؑ کی دونوں سعید لڑکوں سے مراد ایک جسمانی لڑکا اور دوسرا روحانی لڑکا تھی۔

(۲)۔۔۔اسی حوالے میں حضورؑ نے آگے یہ جو فرمایا ہے کہ ''اور اسکے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔''الہامی پیشگوئی میں بعد کی یہ عبارت ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے کہ ''اس کیساتھ فضل ہے جو اسکے آنے کیساتھ آئے گا۔۔۔۔وَ کَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِیًّا تک۔''الہامی پیشگوئی کے یہ الفاظ یا عبارت دراصل مصلح موعود کے متعلق ہیں۔اور حضورؑ نے یہ جو فرمایا ہے کہ ''اور اسکے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے'' لگتا ہے کہ حضورؑ کے یہ الفاظ الہامی نہیں بلکہ آپؑ کا ذاتی اجتہاد تھے۔اسکی وجہ یہ ہے کہ بعد ازاں جب یہ دوسرا بشیر یعنی بشیر الدین محمود احمد مورخہ ۱۲۔جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوتا ہے تو اس کی پیدائش کے موقعہ پر حضورؑ نے قطعی طور پر یہ نہیں فرمایا تھا کہ ''یہی لڑکا مصلح موعود ہے''۔اگر تو حضورؑ اس دوسرے بشیر کی پیدائش کے موقعہ پر یہ فرما دیتے کہ ''قطعی طور پر یہی لڑکا مصلح موعود ہے'' تو پھر ان الفاظ کے الہامی ہونے میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی لیکن اگر دوسرے بشیر کی پیدائش کے موقعہ پر بذات خود ملہم نے ہی یہ کہہ دیا ہو کہ اس لڑکے '' کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل اِنکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے (اشتہار تکمیل تبلیغ۔مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۹۱ حاشیہ)'' تو پھر ملہم کے اپنے الفاظ ہی سے یہ ثابت ہو گیا کہ ''اور اسکے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔'' کے الفاظ الہامی نہیں تھے بلکہ آپؑ کا ذاتی اجتہاد اور قیاس تھے۔

(۳)۔۔۔متذکرہ بالا سبز اشتہار کے حوالہ نمبر ۲ میں حضورؑ نے یہ جو فرمایا ہے کہ ''اور یہ دھوکا کھانا نہیں چاہیے کہ جس پیشگوئی کا ذکر ہوا ہے وہ مصلح موعود کے حق میں ہے۔کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں پسرِ متوفی کے حق میں ہیں اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کیساتھ فضل ہے جو اسکے آنے کیساتھ آئے گا''۔حضورؑ کی یہ بات بالکل سچ ہے کیونکہ یہ الہامی پیشگوئی دراصل مصلح موعود ہی کے متعلق ہے۔اس عظیم الشان پیشگوئی مصلح موعود میں اللہ تعالیٰ نے بطور فرع ضمنی طور پر پسر متوفی کا بھی ذکر فرمایا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ اس پیشگوئی مصلح موعود میں اللہ تعالیٰ نے بطور فرع حضورؑ کے صلبی لڑکے کا ذکر کیوں کیا ہے؟ تو اس ضمن میں عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا اس لیے کیا ہے کیونکہ وہ آئندہ زمانہ میں جماعت احمدیہ اور بالخصوص حضورؑ کی صلبی اولاد کی آزمائش کرنا چاہتا تھا۔

(۴)۔۔۔اسی حوالے میں حضورؑ نے مصلح موعود کے بعض الہامی ناموں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔مثلاً فضل،محمود،بشیر ثانی اور فضل عمر مصلح موعود کے الہامی نام ہیں۔اگر حضورؑ نے ان الہامی ناموں میں سے کوئی الہامی نام بطور تفاؤل اپنے کسی لڑکے کا رکھا بھی ہو اور ساتھ یہ بھی فرما دیا ہو کہ ''اس لڑکے کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل اِنکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانیوالا ہے یا وہ کوئی اور ہے'' تو بھی وہ لڑکا (بشیر الدین محمود احمد) محض بطور تفاؤل نام رکھے جانے سے مصلح موعود نہیں بن سکتا۔مزید برآں اگر اس (بشیر الدین محمود احمد) کی پیدائش کے بعد حضورؑ نے اس لڑکے کے متعلق کوئی ایسا انکشاف (یہی لڑکا

مصلح موعود ہے) نہ کیا ہو بلکہ جو انکشافات کیے ہوں وہ اُسکے مصلح موعود ہونے کی نفی کر رہے ہوں تو پھر وہ لڑکا خود بخود یا احباب جماعت اُسے مصلح موعود کیسے بنا سکتے ہیں؟

(۵)۔۔۔یہ بھی واضح ہو کہ اگر بالفرض حضورؑ اپنے کسی لڑکے کا تفاؤل کے طور پر نام رکھنے کے بعد اس لڑکے کے متعلق اپنی کسی تحریر میں یہ بھی فرما دیتے کہ ''یہی لڑکا مولود مسعود، موعود یا مصلح موعود ہے'' تو بھی اگر حضورؑ پر نازل ہونے والا مبشر الہامی کلام حضورؑ کے اس فرمان کی نفی کر رہا ہوتا تب بھی ہوشمندی اور عقلمندی کا تقاضا یہ تھا کہ ہم احمدی حضورؑ کے اجتہادی کلام کی بجائے حضورؑ کے الہامی کلام کی پیروی کرتے۔ کیونکہ حضورؑ نے اپنی تحریر میں بار ہا فرمایا ہے کہ میرا کہنا اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا ایک برابر نہیں ہوسکتا۔ انسانی اجتہاد میں غلطی ممکن ہے لیکن کلام الٰہی میں غلطی ہرگز نہیں ہوسکتی۔ مثال کے طور آپؑ فرماتے ہیں:۔

(۱) ☆اب فرض کے طور پر کہتا ہوں کہ اگر ہم اپنے اجتہاد سے کسی بچہ پر یہ خیال بھی کر لیں کہ شاید یہ وہی پسر موعود ہے اور ہمارا اجتہاد خطا جائے تو اس میں الہام الٰہی کا کیا قصور ہوگا۔ کیا نبیوں کے اجتہادات میں اس کا کوئی نمونہ نہیں۔☆ (آسمانی فیصلہ۔ تصنیف دسمبر ۱۸۹۱ء۔ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۳۴۱)

ایک اور جگہ پر آپؑ ارشاد فرماتے ہیں:۔

(۲) ☆اور یہ کہنا کہ اس لڑکے (بشیر احمد اوّل۔ ناقل) کو بھی مسعود کہا ہے۔ تو اے نابکار مسعودوں کی اولاد مسعود ہی ہوتی ہے اِلّا شاذ نادر۔ کون باپ ہے جو اپنے لڑکے کو سعادت اطوار نہیں بلکہ شکاوت اطوار کہتا ہے۔ کیا تمہارا یہی طریق ہے؟ اور بالفرض اگر میری یہی مراد ہوتی تو میرا کہنا اور خدا کا کہنا ایک نہیں ہے۔ میں انسان ہوں ممکن ہے کہ اجتہاد سے ایک بات کہوں اور وہ صحیح نہ ہو۔☆ (حجۃُ اللہ۔ مطبوعہ ۱۸۹۷ء۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۸)

(۳) ☆اِسی سلسلہ میں حضورؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں ۔ خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

جناب چوہدری صاحب! حضورؑ کے متذکرہ بالا دونوں اقتباسات اور شعر سے دو نتائج برآمد ہوتے ہیں

(اولاً) اِنسانی کلام اور اللہ تعالیٰ کا کلام برابر نہیں ہوسکتے۔ انبیاءؑ چونکہ بشر ہوتے ہیں لہٰذا اُنکے کلام میں بھی اجتہادی غلطی واقع ہوسکتی ہے۔

(ثانیاً) کسی نبی کے اجتہادی کلام اور اسکے الہام میں اگر کوئی تضاد پیدا ہو جائے تو ہمیں ان دونوں کلاموں میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور اگر ان میں تطبیق پیدا نہ ہو سکے تو ہمیں بہر حال نبی کے الہام کی پیروی کرنی چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ مندرجہ بالا بحث کے نتیجے میں اُن لوگوں کی جو سبز اشتہار میں مذکور متذکرہ بالا دونوں حوالہ جات کی روشنی میں خلیفہ ثانی کو مصلح موعود بنانے کیلئے دلیل پکڑتے ہیں بخوبی تشفی ہوگئی ہوگی۔ زکی غلام کے متعلق حضورؑ نے یہ فرما کر۔۔۔'' اور بعد کا فقرہ مصلح موعود کی طرف اشارہ ہے اور آخیر تک اسکی تعریف ہے'' اُسے مصلح موعود قرار دیا ہے۔ اور اُسکے متعلق ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کے بعد مبشر الہامات کا سلسلہ نزول آپکی وفات تک کچھ اس طرح جاری رہتا ہے۔

غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) کے متعلق مبشر اِلہامات کا ترتیب وار نزول

(۲) ۱۸۹۴ء۔'' اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ''۔ یعنی ہم تجھے ایک غلام کی بشارت دیتے ہیں۔ (تذکرہ صفحہ ۲۱۴ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۴۰ حاشیہ)

(۳) ۱۸۹۶ء ۔'' اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَام حَلِيمٍ۔ مَّظْهَرِ الْحَقِّ وَ الْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰه نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ ۔'' ترجمہ۔ ہم تجھے ایک حلیم غلام کی بشارت دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا گویا خدا آسمان سے اُترا۔ (تذکرہ صفحہ ۲۳۸ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۶۲)

(۴) ۱۳۔ اپریل ۱۸۹۹ء۔'' اِصْبِرْ مَلِيًّا سَاَهَبُ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا۔'' یعنی کچھ تھوڑا عرصہ صبر کر میں تجھے ایک زکی غلام عنقریب عطا کروں گا۔ (تذکرہ صفحہ ۲۷۷ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۱۶)

(۵) ۲۶۔ دسمبر ۱۹۰۵ء۔'' اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَّافِلَةً لَّكَ۔ نَافِلَةً مِّنْ عِنْدِیْ۔'' ہم تجھے ایک غلام کی بشارت دیتے ہیں۔ وہ تیرے لیے نافلہ ہے۔ ہماری طرف سے نافلہ ہے۔ (تذکرہ صفحہ ۵۰۰/ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۲۹ بحوالہ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۱ مورخہ ۱۰۔ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

(۶) مارچ ۱۹۰۶ء۔'' اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَافِلَةً لَّكَ۔'' ہم ایک غلام کی تجھے بشارت دیتے ہیں۔ جو تیرے لیے نافلہ ہوگا۔ (تذکرہ صفحہ ۵۱۹ بحوالہ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۱۰، ۲۴ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

(۷) ۱۹۰۶ء۔'' اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ مَّظْهَرِ الْحَقِّ وَ الْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰه نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ ۔'' ہم ایک غلام کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو حق اور اعلیٰ کا مظہر ہوگا۔ گویا آسمان سے خدا اُترے گا۔ (تذکرہ صفحہ ۵۵۴ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۹۸ تا ۹۹)

(۸) ۱۶۔ ستمبر ۱۹۰۷ء۔'' اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ۔'' ہم تجھے ایک حلیم غلام کی بشارت دیتے ہیں۔ (تذکرہ صفحہ ۶۱۹ بحوالہ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۳ مورخہ ۱۷۔ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱)

(۹) اکتوبر ۱۹۰۷ء۔'' (۵) اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ (۶) یَنْزِلُ مَنْزِلَ الْمُبَارَکِ۔ (۷) ساقیا آمدن عید مبارک بادت۔'' (تذکرہ صفحہ ۶۲۲ بحوالہ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۹ مورخہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱) ترجمہ۔ ہم تجھے ایک حلیم غلام کی بشارت دیتے ہیں جو مبارک احمد کی شبیہہ ہوگا۔ اے ساقی عید کا آنا تجھے مبارک ہو۔

(۱۰) ۶/ ۷۔ نومبر ۱۹۰۷ء۔ ''سَاَھَبُ لَکَ غُلَامًا زَکِیًّا۔ رَبِّ ھَبْ لِیْ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً۔ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ اسْمُہٗ یَحْیٰی۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحَابِ الْفِیْلِ۔ .... آمدن عید مبارک بادت۔ عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو۔'' (تذکرہ ۶۲۶ بحوالہ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۰، ۱۰۔ نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳) ترجمہ۔ میں ایک زکی غلام کی بشارت دیتا ہوں۔ اے میرے خدا پاک اولاد مجھے بخش۔ میں تجھے ایک غلام کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام یحیٰی ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے ربّ نے اصحاب فیل کیساتھ کیا کیا۔

جناب چوہدری صاحب! اب زکی غلام کی بشارت ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء سے شروع ہوکر حضورؑ کی وفات سے تھوڑا سا پہلے ۶/ ۷۔ نومبر ۱۹۰۷ء تک جاری رہتی ہے۔ اگر یہ مبشر الہامات سچے ہیں اور میں کہتا ہوں یقیناً سچے ہیں تو پھر سنت اللہ کے مطابق اِس زکی غلام نے ۶/ ۷ نومبر ۱۹۰۷ء کے بعد پیدا ہونا تھا۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں زکی غلام (مصلح موعود) کے متعلق بشارت تو ہو چکی تھی اور ساتھ ہی اُسکی بعثت کی اغراض کثیرہ کا بھی تفصیلاً ذکر ہو چکا تھا۔ اب اگر چہ اللہ تعالیٰ ضرورت حقہ کے بغیر ایک لفظ بھی الہام نہیں کیا کرتا لیکن پھر بھی ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی مفصل اِلہامی پیشگوئی کے بعد اللہ تعالیٰ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی شکل میں زکی غلام کے متعلق مبشر کلام حضورؑ کی وفات تک آپ پر نازل فرماتا رہا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ غلام مسیح الزماں سے متعلق دوبارہ نازل ہونیوالے اِس مبشر کلام الٰہی کی غرض و غایت کیا تھی۔؟ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں مصلح موعود سے متعلق دوبارہ نازل ہونیوالے مبشر کلام الٰہی میں اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندے اور اُسکی جماعت کو کیا پیغام دے رہا تھا۔؟

غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) کے متعلق بار بار اِلہامی بشارات کی غرض و غایت۔ جب ہم قرآن مجید کی روشنی میں اِس مبشر کلام الٰہی کو دیکھتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مصلح موعود کے متعلق دوبارہ نازل ہونیوالے مبشر کلام الٰہی میں اللہ تعالیٰ اپنے مہدی و مسیح موعودؑ کو اور آپکے توسط سے آپکی جماعت کو یہ پیغام دے رہا تھا کہ ابھی تک وہ مصلح موعود پیدا نہیں ہوا ہے۔ وہ مصلح موعود، زکی غلام سے متعلقہ آخری بشارت یعنی ۶/ ۷۔ نومبر ۱۹۰۷ء کے بعد پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اِس مبشر کلام الٰہی میں سمجھا رہا تھا کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے اپنے کسی نبی یا ولی کو کسی بچے کی بشارت دی ہو جبکہ وہ بچہ اُسکی گود میں ہو یا اُسکے گھر میں کھیلتا پھر رہا ہو۔ یہ بات میری سنت کے خلاف ہے۔ لہٰذا مصلح موعود نے قرآن مجید کی روشنی میں اپنی آخری بشارت ۶/ ۷۔ نومبر ۱۹۰۷ء کے بعد پیدا ہونا تھا۔ اور اس طرح نہ صرف حضورؑ کے سارے جسمانی لڑکے بشمول بشیر الدین محمود احمد بلکہ وہ تمام روحانی لڑکے بھی جو آپکی ذریت یعنی جماعت میں ۶/ ۷۔ نومبر ۱۹۰۷ء سے پہلے پیدا ہو چکے تھے پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت سے باہر نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود کے متعلق اِن مبشر الہامات کی حقیقت اِس عاجز پر اسی طرح منکشف فرمائی ہے جس طرح قریباً ایک صدی قبل اُس نے میرے آقا حضرت مہدی و مسیح موعودؑ پر حضرت مسیح ناصریؑ کی وفات کا انکشاف فرمایا تھا۔ ہوسکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے بارے میں اپنی سنت میں نعوذ باللہ کچھ تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر لی ہو۔؟ میں جواباً عرض کرتا ہوں کہ ممکن نہیں اللہ تعالیٰ کی سنت میں کوئی تخلّف ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کا اپنے پاک کلام میں خود وعدہ فرمایا ہے۔ اور ایسا سوچنا بھی گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ سُنَّۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا (سورۃ فتح آیت۔ ۲۴) اللہ کی اس سنت کو یاد رکھو، جو ہمیشہ سے چلی آئی ہے اور تو کبھی بھی اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔

جماعت احمدیہ کا اَلمیہ۔ جس طرح عالم اسلام میں حضرتِ مسیح ناصری کے زندہ بجسم عنصری آسمان پر اُٹھائے جانے کے خیال کے متعلق صدیوں تک کسی کو یہ خیال تک بھی نہ آیا کہ ہم اِس عقیدہ کو کم از کم قرآنِ مجید کی روشنی میں پرکھ کر تو دیکھیں کہ آیا یہ عقیدہ درست بھی ہے یا کہ نہیں۔؟ بعینہٖ ہمارا جماعتی المیہ بھی یہ رہا ہے کہ ہم سمجھتے رہے کہ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو ایک لڑکے کی خبر دی تھی اور اِس سے آگے غور وفکر کرنے کو یا تو ہم نے گناہ سمجھا یا ہمیں گناہ سمجھنے پر مجبور کر دیا گیا۔ ہم نے زکی غلام کے متعلق مبشر الہامات پر نہ کبھی غور وفکر کیا اور نہ ہی یہ دیکھنے کی کبھی زحمت گوارا کی کہ قرآنِ مجید کی روشنی میں یہ مبشر کلام ہمیں کیا پیغام دے رہا ہے۔؟ ہم بشیروں سے باہر نہ نکلے۔ ہم یہ خیال کرتے رہے کہ اگر یہ موعود لڑکا بشیر اوّل نہیں تو پھر ضرور یہ بشیر ثانی ہوگا اور اگر بشیر ثانی نہیں تو پھر ضرور کوئی بشیر ثالث ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ ہمارا ایسا خیال کرنا قطعی طور پر غلط تھا کیونکہ قرآنِ کریم کی روشنی میں زکی غلام کے متعلق اِلہامی بشارات ہماری یہ راہنمائی فرماتی ہیں کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کا کوئی بھی جسمانی لڑکا پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت میں نہیں آتا اور اس طرح آنیوالا مصلح موعود دراصل حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کا اُسی طرح روحانی فرزند ہے جس طرح آپؑ بذاتِ خود آنحضرت ﷺ کے روحانی فرزند تھے۔ اُدھر مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ثانی بننے کے بعد تاک میں بیٹھ گئے اور وہ مصلح موعود بننے کے خبط میں مبتلا تھے۔ اُنہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ موقعہ ملتے ہی ۱۹۴۴ء میں مصلح موعود ہونے کا دعویٰ جما دیا۔ مزید یہ ظلم کیا کہ دعویٰ کرنے کے بعد اِس اِلہامی پیشگوئی کا اکونٹ (account) بند کر دیا اور کم از کم جماعت احمدیہ قادیان گروپ

میں کسی احمدی کو اِس پیشگوئی پرغور وفکر کرنے یا اس پر کوئی سوال کرنے سے روک دیا گیا۔ عجیب بات ہے کہ خلیفہ ثانی کا یہ دعویٰ ایک ایسا دعویٰ تھا جس کی قرآن مجید تکذیب کرتا ہے۔ وہ قرآن مجید کی تفسیر کبیر تو لکھتے رہے لیکن اُنہیں یہ پتہ نہ چلا کہ زکی غلام کے متعلق مبشر الہامات نے قرآن کریم کی روشنی میں اُسے تو ویسے ہی پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت سے باہر کر دیا ہے۔

برادرم چوہدری محمد اسلم صاحب! یہ بات یاد رہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی اتنی عام فہم اور سیدھی سادی نہیں جتنی کہ یہ سمجھ لی گئی تھی۔ جب آنحضور ﷺ کے متعلق جو پیشگوئی توریت میں بیان ہوئی ہے اس میں یہودیوں اور نصاریٰ کی آزمائش ہو چکی ہے۔ اور جو پیشگوئی آپ ﷺ نے اپنے روحانی فرزند (حضرت مہدی مسعود و مسیح موعود) کے متعلق بیان فرمائی تھی اس میں بھی مسلمانوں کی سخت آزمائش ہو چکی ہے تو پھر حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے زکی غلام (مصلح موعود) سے متعلق الہامی پیشگوئی اِمتحان سے خالی کیونکر ہو سکتی تھی۔؟ میں اللہ تعالیٰ کے بڑے واضح اِنکشافات کی روشنی میں آپ سب سے واشگاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ خلیفہ ثانی مصلح موعود نہیں تھے اور اُن کا دعویٰ مصلح موعود قطعی طور پر ایک جھوٹا اور سیاسی دعویٰ تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے خلاف اُنہیں مصلح موعود بنا ہی نہیں سکتا تھا؟ یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہیے اور ہمارے آقا حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے ہمیں بارہا فرمایا ہے کہ ایسی پیشگوئیاں يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (البقرہ۔ ۲۷) کا مصداق ہوتی ہیں۔ ایسی پیشگوئیوں کے متعلق آپؑ ارشاد فرماتے ہیں:۔

پیشگوئیوں کے متعلق حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی زرّیں نصائح

''دراصل بات یہ ہے کہ بسا اوقات انبیاء علیہ السلام اور دوسرے ملہمین پر ایسے اُمور ظاہر کیے جاتے ہیں کہ وہ اِسرار اِستعارات کے رنگ میں ہوتے ہیں اور انبیاء علیہ السلام اِن کو اِسی طرح لوگوں پر ظاہر کر دیتے ہیں جس طرح وہ سنتے یا دیکھتے ہیں اور ایسا بیان کرنا غلطی میں داخل نہیں ہوتا کیونکہ اِسی رنگ اور طرز سے وحی نازل ہوتی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں ہوتا کہ اِلہامی اور کشفی پیشگوئیوں کے تمام اِستعارات کا نبی کو علم دیا جائے کیونکہ بعض اِبتلا جو پیشگوئیوں کے ذریعہ سے کسی زمانہ کیلئے مقدر ہوتے ہیں۔ وہ علم کی اِشاعت کی وجہ سے قائم نہیں رہ سکتے اور یہ بھی ممکن ہے کہ پیشگوئیوں کے بعض اِسرار سے نبیوں کو اطلاع دی جائے مگر اُن کو ان اسرار کے اُفشاء سے منع کیا جائے۔ بہر حال یہ اُمور نبوت کی شان سے ہرگز منافی نہیں ہیں کیونکہ کامل اور غیر محدود علم خدا تعالیٰ کی ذات سے خاص ہے۔'' (ایام الصلح (۱۸۹۸ء)/ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۷۶)

پھر اِن سب باتوں سے بڑھ کر یہ بات کہ خود آنحضور ﷺ نے پیشگوئیوں کے معاملہ میں اِجتہادی غلطی کو خارج از اِمکان قرار نہیں دیا۔ بلکہ خود آپ ﷺ کو بھی اِس قسم کے بشری سہو کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ آنحضرت ﷺ کی ایک مبارک خواب کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''قال ابو موسیٰ عن النبی صلی الله علیه و سلم رئیت فی المنام انی أهاجر من مكة الی ارض بها نخل فذهب وهلی الی انها الیمامة او هجر فاذا هی المدینة یثرب(بخاری جلد ثانی باب هجرت النبی صلعم و اصحابه الی المدینة) یعنی ابوموسیٰ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کی ہے جس میں کھجوروں کے درخت ہیں۔ پس میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ زمین یمامہ یا زمین ہجر ہے مگر وہ مدینہ نکلا یعنی یثرب۔ اب دیکھو آنحضرت ﷺ نے جن کی رؤیا وحی ہے اور جن کا اِجتہاد سب اِجتہادوں سے اسلم اور اقویٰ اور اصح ہے اپنی رؤیا کی یہ تعبیر کی تھی کہ یمامہ یا ہجر کی طرف ہجرت ہوگی۔ مگر وہ تعبیر صحیح نہ نکلی۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم (۱۹۰۵ء)/ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحات ۱۶۸۔۱۶۹)

جناب چوہدری محمد اسلم صاحب! پیشگوئیوں کے سلسلہ میں حضورؑ مزید فرماتے ہیں:۔

(۱) ''ایسا ہی آپ (ﷺ) نے اُمت کے سمجھانے کے لیے بعض پیشگوئیوں کے سمجھنے میں خود اپنا غلطی کھانا بھی ظاہر فرمایا۔ اب کیا یہ تعلیم نبوی کافی نہیں اور کیا یہ تعلیم بآواز بلند نہیں بتلا رہی کہ پیشگوئیوں پر اجمالی طور پر اِیمان لاؤ اور اُن کی اصل حقیقت حوالہ بخدا کرو۔ اُمت محمدیہ میں تفرقہ مت ڈالو اور تقویٰ کا طریق اختیار کرلو۔'' (ازالہ اوہام (۱۸۹۱ء)/ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۱۰)

(۲) ''صوم اور صلوٰۃ کی طرح پیشگوئی کو بھی ایک حقیقت منکشفہ سمجھنا بڑی غلطی اور بڑا بھاری دھوکہ ہے۔ یہ احکام تو وہ ہیں جو آنحضرت ﷺ نے کر کے دکھلا دیئے اور بکلی اِن کا پردہ اُٹھا دیا۔ مگر کیا اِن پیشگوئیوں کے حق میں بھی آنحضرت ﷺ نے یہی فرمایا ہے۔ کہ یہ من کل الوجوہ مکشوف ہیں اور ان میں کوئی ایسی حقیقت اور کیفیت مخفی نہیں جو ظہور کے وقت سمجھ آ سکے۔ اگر کوئی حدیث صحیح موجود ہے تو کیوں پیش نہیں کی جاتی۔ آپ لوگ ہمارے نبی کریم ﷺ سے زیادہ علم وفراست نہیں رکھتے۔ صحیح بخاری کی حدیث کو دیکھو کہ جب آنحضرت ﷺ کو ایک ابریشم کے ٹکڑے پر حضرت عائشہ صدیقہ کی تصویر دکھائی گئی کہ تیرے نکاح میں آوے گی۔ تو آپ نے ہرگز یہ دعویٰ نہ کیا کہ عائشہ سے درحقیقت عائشہ ہی مراد ہے بلکہ آپ نے فرمایا کہ اگر درحقیقت اس عائشہ کی صورت سے عائشہ ہی مراد ہے تو وہ مل ہی رہے گی۔ ورنہ ممکن ہے کہ عائشہ سے مراد کوئی اور عورت ہو۔ آپ نے یہ بھی فرمایا

کہ ابوجہل کے لیے مجھے بہشتی خوشہ انگور دیا گیا مگر اس پیشگوئی کا مصداق عکرمہ (ابوجہل کا لڑکا ۔ناقل) نکلا۔ جب تک خداتعالیٰ نے خاص طور پر تمام مراتب کسی پیشگوئی کے آپ پر نہ کھولے تب تک آپ نے اُسکی کسی شق خاص کا کبھی دعویٰ نہ کیا۔'' (ازالہ اوہام (۱۸۹۱ء)/ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۱۰)

(۳) ''یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے اور پہلے بھی ہم کئی مرتبہ ذکر کر آئے ہیں کہ جس قدر پیشگوئیاں خداتعالیٰ کی کتابوں میں موجود ہیں اِن سب میں ایک قسم کی آزمائش ارادہ کی گئی ہے۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ اگر کوئی پیشگوئی صاف اور صریح طور پر کسی نبی کے بارہ میں بیان کی جاتی تو سب سے پہلے مستحق ایسی پیشگوئیوں کے ہمارے نبی ﷺ تھے۔'' (ازالہ اوہام (۱۸۹۱ء)/ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۳۳ تا ۱۳۷)

جناب چوہدری صاحب! اب سوال یہ ہے کہ پیشگوئیوں کے متعلق حضرت بانئے سلسلہ احمدیہؑ کی اِتنی واضح اور غیر مبہم تعلیم کے باوجود کیا وجہ ہے کہ جماعت کی دوسری تیسری چوتھی اور پانچویں خلافت جماعت کے قریب قریب سب عالم فاضل مربی قاضی اور بڑے بڑے عہدیداران اپنے قول و فعل اور تحریر و تقریر میں بیک زباں ہیں کہ خواہ کچھ بھی ہو خلیفہ ثانی اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔؟ وہی مصلح موعود اور وہی پیشگوئی کی تمام علامتوں کے مصداق ہیں۔ اور سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اُن کا دعویٰ جھوٹا اور اُن کا اِجتہاد خطا جائے۔ ﴿ گویا باالفاظ دیگر ہم خلیفہ ثانی کا مقام و مرتبہ بلا سوچے سمجھے بہت اُونچا لے جارہے ہیں۔۔۔ حتیٰ کہ بانئے سلسلہؑ اور بانئے اسلام ﷺ سے بھی اِنا للہ و انا اِلیہ راجعون ﴾ اگر ہم عقیدت میں ایسی باتیں سوچتے اور کہتے ہیں کہ وہ بانئے سلسلہ کے صاحبزادے تھے۔ جماعت کے خلیفہ ثانی تھے۔ اور اِس کے علاوہ بھی بہت ساری (متنازعہ یا غیر متنازعہ) دوسری مثبت باتیں اور کام اُنکے کریڈٹ پر ہیں تو اس میں اچنبھے یا حیرانگی کی کوئی بات نہیں۔ بلکہ اِسے ایک فطری رویہ بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ محبت اور عقیدت کے جذبات میں بہت سارے عنوانات بدل جاتے ہیں بہت کچھ اُلٹ پُلٹ ہوجاتا ہے مونث مذکر اور مذکر مونث بن جاتا ہے۔ جیسے لیلیٰ نظر آتا ہے مجنوں نظر آتی ہے۔ گویا یہ کوئی ایسی اَنہونی بات نہیں۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ کل تک میں خود بھی اِنہی رویوں کا اِسیر رہا ہوں۔ بلکہ شاید ساری جماعت رہی ہے۔ آج جب اللہ تعالیٰ نے مذکورہ پیشگوئی کی حقیقت مجھ پر کھولی ہے تو اِس میں حیران پریشان ہونے اور سٹپٹانے کی کونسی بات ہے۔؟ یہ تو ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (المائدہ۔۵۵) والا مضمون ہے۔ کیا ہم اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہیں۔؟ اگر وہ کسی ''غیر عجمی'' پر اپنا فضل کرے تو ماشاء اللہ۔ سبحان اللہ۔ اور اگر ''عجمی'' پر کرے تو نعوذ باللہ۔ لعنت اللہ۔ یہ کونسا دینی رویہ ہے۔؟ میرے اور خلیفہ ثانی کے موازنے کے وقت اِس بنیادی فرق کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ خلیفہ ثانی نے (گھر کے بھیدی کے طور پر) پیشگوئی مصلح موعود کو خود ہی کھولا اور خود ہی اُسے اپنے اُوپر چسپاں کر لیا۔ جبکہ میں نے اُسے کھولا نہیں بلکہ وہ مجھ پر کھولی گئی ہے۔ اور اِس میں میری اِستعدادوں کا بھی کوئی دخل نہیں اور نہ ہی میں کبھی اِس راہ کا مسافر رہا ہوں۔ اِس کے باوجود ہمارا جماعتی نظام مجھے تو سزا کا مستوجب گردانتا ہے مگر خلیفہ ثانی کو جزا کا۔ سُنت اللہ کیا ہے۔؟ یہ آپ خود سوچیں۔

قدرت ثانیہ کی حقیقت۔ برادرم محمد اسلم چوہدری صاحب!۔ حضرت بانئے جماعت علیہ السلام رسالہ ''الوصیت'' میں فرماتے ہیں۔

''غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔ اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خداتعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خداتعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی۔ اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خداتعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ (النور:۵۶) یعنی خوف کے بعد پھر ہم انکے پیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا جبکہ حضرت موسیٰؑ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزل مقصود تک پہنچا دیں فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل میں انکے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا۔ جیسا کہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰؑ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ معاملہ ہوا اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے اور ان میں سے ایک مرتد بھی ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اور چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ (ث) خداتعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیاء۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خداتعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے میں دنیا

میں بھیجا گیا۔سوتم اس مقصد کی پیروی کرو۔مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔☆ (الوصیت۔روحانی خزائن جلد ۲۰صفحات ۳۰۴ تا ۳۰۷)'' (روحانی خزائن جلد)

آیت استخلاف اور حضرت ابوبکر صدیقؓ۔واضح رہے کہ سورۃ نور کی آیت استخلاف نمبر ۵۶ میں اصلاً اور اولاً الہامی خلیفوں کا وعدہ ہے۔الہامی خلیفہ سے مراد ایسا بزرگ ہے جو روح القدس پا کر تجدید دین کیلئے کھڑا ہوتا ہے۔جیسا کہ حضورؑ اسکی تصدیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

☆اور منجملہ دلائل قویّہ قطعیہ کے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں جو مسیح موعود اسی اُمت محمدیہ میں سے ہوگا۔قرآن شریف کی یہ آیت ہے۔وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ یعنی خدا تعالیٰ ان لوگوں کیلئے جو ایماندار ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وعدہ فرمایا ہے۔جو ان کو زمین پر اُنہی خلیفوں کی مانند جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں خلیفے مقرر فرمائے گا۔اس آیت میں پہلے خلیفوں سے مراد حضرت موسیٰ کی امت میں سے خلیفے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی شریعت کو قائم کرنے کیلئے پَے در پَے بھیجا تھا۔اور خاص کر کسی صدی کو ایسے خلیفوں سے جو دین موسوی کے مجدّد تھے خالی نہیں جانے دیا تھا۔☆ (تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۲۳)

جناب چوہدری صاحب!۔سورۃ النور کی آیت:۵۶ جسے بالعموم آیت استخلاف کہا جاتا ہے۔حضورؑ نے اس آیت کا حوالہ اس ڈر کی حالت کو جو عموماً انبیاءؑ کی وفات کے بعد پیدا ہو جایا کرتی ہے امن میں بدل جانے کی غرض کیلئے استعمال فرمایا تھا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حوالہ آپؑ نے اس لیے دیا تھا کہ اُس وقت یعنی نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپؓ خوف کی حالت کو امن میں بدلنے کا سبب بنے تھے۔اور ایسی انتخابی خلافت راشدہ (نہ کہ ملوکیت) بھی بہت سارے اسباب جو کہ خوف کی حالت کو امن میں بدلنے کا موجب بنتے ہیں ان میں سے ایک ہے۔حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد بھی ویسی ہی غم ،فکر اور خوف کی حالت پیدا ہوگئی تھی جیسی کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہوئی تھی۔پھر جس طرح آپ ﷺ کے اصحابؓ نے ابوبکرؓ کو حضور ﷺ کا خلیفہ منتخب کر کے خوف کی حالت کو امن کی حالت میں بدل لیا تھا اسی طرح اصحاب احمدؑ نے بھی آپؑ کی وفات کے بعد نورالدینؓ کو منتخب کر کے اپنی خوف کی حالت کو امن کی حالت میں بدل لیا تھا۔حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے آیت استخلاف کو اپنی کتب میں بالعموم خلفائے راشدین کیلئے جبکہ بالخصوص اور کثرت کیساتھ انبیاء اور مجددین کیلئے استعمال فرمایا ہے۔

جناب محمد اسلم چوہدری صاحب!۔حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ ایک ایسا عظیم الشان وجود تھا جن کے تقویٰ اور طہارت کے متعلق حضرت مہدی و مسیح موعودؑ یوں ارشاد فرماتے ہیں:۔

''وکنت اصرخ فی لیلی و نہاری واقول یاربّ من انصاری یاربّ من انصاری انی فرد مہین.فلما توا ترر فع یدالدعوات.وامتلأ منہ حوّالسمٰوات.اجیب تضرعی.وفارت رحمۃ ربّ العالمین.فاعطانی ربیّ صدیقا صدوقا.....اسمہ کصفاتہ النورانیۃ نورالدین.....ولما جاء نی ولاقانی ووقع نظری علیہ رایتہ آیۃً من آیات ربیّ وایقنت انہ دُعائی الذی کنت اداوم علیہ واشرب حسی.ونبّانی حدسی.انہ من عباداللّٰہ المنتخبین.'' (آئینہ کمالاتِ اسلام ۱۸۹۳ء بحوالہ روحانی خزائن جلد ۵ صفحات ۵۸۱۔۵۸۳)

''میں رات دِن خدا تعالیٰ کے حضور چلّا تا اور عرض کرتا تھا کہ اے میرے ربّ میرا کون ناصر و مددگار ہے۔میں تنہا ہوں اور جب دُعا کا ہاتھ پے در پے اُٹھا اور فضائے آسمانی میری دُعاؤں سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دُعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور ربّ العالمین کی رحمت نے جوش مارا۔اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا۔۔۔ اِس کا نام اِسکی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے۔۔۔جب وہ میرے پاس آ کر مجھ سے ملا تو میں نے اُسے اپنے ربّ کی آیتوں میں سے ایک آیت پایا اور مجھے یقین ہوگیا کہ یہ میری اِس دُعا کا نتیجہ ہے جو میں ہمیشہ کیا کرتا تھا اور میری فراست نے مجھے بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے۔'' (ترجمہ از عربی عبارت بحوالہ مرقاتُ الیقین فی حَیاتِ نورالدّین صفحہ ۱۔۲ مرتبہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی)

حضورؑ نے حضرت مولوی نورالدینؓ کے متعلق اپنے منظوم کلام میں یوں اِرشاد فرمایا ہے۔

چہ خوش بُودے اگر ہر یک زاُمت نوردیں بودے۔ہمیں بُودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

یعنی کیا ہی اچھا ہوا گر قوم کا ہر فرد نوردین بن جائے۔مگر یہ تو تب ہی ہوسکتا ہے کہ ہر دِل یقین کے نور سے بھر جائے۔

حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد یہی عظیم الشان وجود حضورؑ کا جانشین منتخب ہوا اور اِس خلیفہ راشد کا بھی یہی ایمان تھا کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے جس قدرتِ ثانیہ کی اپنی جماعت کو بشارت بخشی تھی اُس سے مجددین یعنی اِلہامی خلفاء مراد ہیں اور آپؓ نے بحیثیت خلیفۃ المسیح اوّل احمدیہ سلسلہ میں ظاہر ہونیوالی قدرتِ ثانیہ کے پہلے مظہر یعنی زکی

غلام کے ظہور کا وقت بھی اِجتہادی رنگ میں اندازاً بتایا تھا۔محترم جناب ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے کے برادر اکبر مکرم ماسٹر نواب الدین صاحب مرحوم حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کا قرآن کریم کا درس باقاعدگی کیساتھ نوٹ کیا کرتے تھے۔ذیل کے الفاظ حضرت کے درس فرمودہ یکم دسمبر ۱۹۱۲ء سے لیے گئے ہیں۔مکرم ماسٹر صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ یکم دسمبر ۱۹۱۲ء کے درس میں حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے فرمایا تھا:۔

''تیس برس کے بعد اِنشاءاللہ مجھے اُمید ہے کہ مجدد یعنی موعود(قدرتِ ثانیہ) ظاہر ہوگا۔''(حیات نور صفحہ ۶۴۰ مؤلف شیخ عبدالقادر مرحوم سابق سوداگرمل)

مندرجہ بالا حوالہ سے ایک بار پھر یہ حقیقت طشت از بام ہوگئی کہ حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح اول قطعی طور پر احمد یہ خلافت کو قدرتِ ثانیہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ آپ اُن اِلہامی خلفاء کے سلسلہ کو جو پہلے ہی محمدی سلسلہ میں مجددین کے رنگ میں مبعوث ہوتے چلے آرہے ہیں قدرتِ ثانیہ کے مظاہر سمجھتے تھے۔یہ الگ بات ہے کہ آپؓ نے موعود قدرتِ ثانیہ کے نزول کے وقت کا جو تعین فرمایا تھا یہ محض آپؓ کا ایک اِجتہاد تھا۔ آپؓ کے دورِ خلافت میں آپکی طرح دیگر تمام اصحاب احمدؑ بھی اس انتخابی خلافت کو قدرتِ ثانیہ نہیں سمجھتے تھے۔آپؓ اور دیگر اصحاب احمدؑ قدرتِ ثانیہ کے نزول کیلئے بڑے درد کیساتھ مسلسل دعائیں کرتے رہے جیسا کہ درج ذیل اِقتباس سے ظاہر ہورہا ہے۔

☆**قدرتِ ثانیہ کیلئے اجتماعی دعا**:۔حضرت میر ناصر نواب صاحب نے حضرت خلیفہ اولؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قدرت ثانیہ کے ظہور کیلئے ہر ملک میں اکھٹے ہوکر اجتماعی دعا کرنے کا ارشاد فرمایا۔چنانچہ حضرت خلیفہ اولؓ نے مولوی محمد علی صاحب کو حکم دیا کہ وہ اخبارات میں اجتماعی دعا کی تحریک شائع کریں۔ چنانچہ انہوں نے اسکی تعمیل میں اعلان شائع کردیا۔قادیان میں حضرت میر صاحب ایک عرصہ تک مسجد مبارک میں یہ اجتماعی دعا کراتے رہے۔☆(تاریخ احمدیت جلد۳ صفحہ ۲۱۲)

محترم جناب محمد اسلم چوہدری صاحب! حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی وفات کے بعد جب مرزا بشیرالدین محمود احمد بطور خلیفہ ثانی مسندِ خلافت پر بیٹھے تو حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی وفات کے ایک ماہ بعد آپ نے ۱۲۔اپریل ۱۹۱۴ء کو قادیان میں ایک جلسہ میں تقریر فرمائی جو بعد ازاں آپکی زیرنگرانی ''منصب خلافت'' کے عنوان سے شائع ہوئی تھی۔اس مطبوعہ رسالہ کے کور(cover) پر خلیفہ ثانی کو مظہر قدرت ثانی اور مصلح موعود لکھا گیا تھا۔اگر کسی کو اس میں شک ہو تو وہ ''alghulam.com'' کے نیوز سیکشن میں نیوز نمبر ۵ جس کا عنوان ہے ''خلیفہ ثانی کے متعلق لوگوں کا مصلح موعود ہونے کا دعویٰ'' پڑھ لے۔اسی نیوز نمبر ۵ میں خلیفہ ثانی کی ۱۲۔اپریل ۱۹۱۴ء کی تقریر جو کہ بعد ازاں ''منصب خلافت'' کے عنوان سے شائع ہوئی اس کا ٹائٹل پیج بھی دیکھ لے۔ساتھ ہی ۱۹۱۴ء میں جامعہ احمدیہ کے پروفیسر مولوی محمد اسماعیل صاحب کا مضمون بعنوان ''نشان رحمت'' کا بھی بغور مشاہدہ کرلے جس میں مولوی صاحب موصوف نے اپنے طور پر خلیفہ ثانی کو مصلح موعود ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔

دو(۲) تلخ سوال

برادرم محمد اسلم چوہدری صاحب! اِنتہائی معذرت اور افسوس کیساتھ خاکسار آپ سے بھی اور افرادِ جماعت سے بھی یہاں دو(۲) تلخ سوال کرتا ہے۔

(۱)۔وہ خلفاء اور علماء اور افرادِ جماعت جو ۱۹۱۴ء کے بعد سے آج تک مسلسل یہ راگ اَلاپ رہے ہیں کہ خلافتِ احمدیہ ہی قدرتِ ثانیہ ہے۔میرا اِن سب سے یہ سوال ہے کہ اگر خلافتِ احمدیہ ہی قدرتِ ثانیہ تھی تو اِنہوں نے اور اِنکے بزرگوں نے حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی خلافت کو قدرتِ ثانیہ کیوں نہ مانا اور آپؓ کو قدرتِ ثانیہ کا پہلا مظہر کیوں تسلیم نہ کیا اور آپؓ کے عہد مبارک میں نزولِ قدرتِ ثانیہ کیلئے متواتر دعائیں کیوں کرتے اور کرواتے رہے۔؟

(۲) ۱۹۱۴ء کے بعد آنیوالے خلفاء جو اپنے آپ کو قدرتِ ثانیہ کے مظاہر قرار دیتے نہیں تھکتے اِن کو کسی اِسلامی تاریخ یا عیسائی تاریخ نے نہیں بلکہ اِنکی اپنی تاریخ احمدیت جلد۳ صفحہ ۲۱۲ کے متذکرہ بالا حوالے نے کیا جھوٹا اور مکار قرار نہیں دیا ہے۔؟ قدرتِ ثانیہ کے مظاہر ہونا تو دُور کی بات ہے یہ تو خلیفۃ المسیح کہلانے کے بھی حقدار نہیں ہیں۔یہ دوہرے معیار والے کسی ''قبضہ گروپ'' کے نمائندے ہیں۔افراد جماعت اِس بدترین مذہبی آمریت سے نجات پانے کے لیے دن رات اپنی پُرنم آنکھوں کیساتھ اس اُمید پر اپنے اَسیروں کو رُستگاری دلانے والے(زکی غلام مسیح الزماں) کی راہ تک رہے ہیں کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ظلم کی رات ہوئی ہے تو سحر بھی ہوگی

برادرم چوہدری محمد اسلم صاحب! آپ فرماتے ہیں۔

"Now, I know that you have mentioned your sacred dream, in your letter but I know that there was some specifie understanding that must have been received along with that dream. That was my real concern. It is my concern even now."

ترجمہ۔اب مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے اپنے خط میں اپنے ایک مقدس خواب کا ذکر کیا ہے لیکن اِس خواب کیساتھ یقیناً آپ کو کوئی خاص تفہیم بھی ہوئی ہوگی۔درحقیقت اِسی کو میں

جاننا چاہتا ہوں۔

عظیم الشان خواب کی عظیم الشان تعبیر

برادرم چوہدری صاحب! آپکے سوال کے مطابق اب میں اپنی ایک خواب جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور اس میں اِس عاجز نے حضورؓ کے ساتھ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر دعا کی تھی کی تعبیر کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔ بالعموم ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی نیک بندہ سچا خواب دیکھتا ہے تو بیداری کے فوری بعد اکثر اُسے خواب کی تعبیر کا کچھ نہ کچھ فہم حاصل ہو جاتا ہے۔لیکن خاکسار بچپن سے لے کر جوانی تک بہت ساری مبارک خوابیں تو دیکھتا رہا لیکن اِن میں سے اکثر خوابوں کی تعبیر سے لاعلم رہا یا پھر کسی نے دیدہ و دانستہ مجھے لاعلم رکھا ۔ہاں البتہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا رہا کہ رات کو خواب دیکھی اگلے دن دوپہر سے پہلے پہلے لفظ بلفظ پوری ہو گئی۔اب میں سمجھتا ہوں کہ یہ خواب جس کی تعبیر ابھی میں بیان کروں گا اور اِسکے علاوہ اور بہت ساری مبارک خوابوں کی تعبیر سے اللہ تعالیٰ نے وقت مقررہ سے پہلے جو مجھے لاعلم رکھا تو یہ اُس کا مجھ احقر پر بہت بڑا احسان تھا۔یہ خواب میں نے ۱۹۷۷ء کے آخر یا ۱۹۷۸ء کے آغاز میں دیکھا تھا۔لیکن وسط دسمبر ۱۹۸۳ء تک مجھے اِس خواب کی تعبیر کا قطعاً کوئی علم نہیں تھا اور نہ ہی یہ علم تھا کہ متذکرہ خواب میں خاکسار نے جو منظوم دعائیہ اشعار پڑھے تھے وہ اِلہامی ہیں۔تعبیر بیان کرنے سے پہلے ایک بار پھر اپنا خواب لکھتا ہوں۔

''خواب میں دیکھتا ہوں کہ اس ندی کے دونوں کناروں پر تھوڑا تھوڑا سبزہ تھا۔ندی کے شمال مغربی کنارے پر خاکسار حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے رُوبرو کھڑا ہے۔حضور علیہ السلام مجھ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔''غفار نماز پڑھا کرو اور میرے ساتھ دُعا کرو''۔میں نے حضور علیہ السلام کے ساتھ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف دُعا کیلئے اُٹھا لیے اور اِس وقت میں اللہ تعالیٰ کے حضور متذکرہ بالا منظوم دُعا مانگ رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔''

اب واضح ہو کہ یہ ایک اِنتہائی مختصر خواب تھی۔خواب میں دو (۲) وجود دعا مانگتے ہیں۔حضرت مہدی و مسیح موعودؑ تو ہم سب کے آقا ہیں۔اِس خواب میں آقا اپنے ایک پیروکار کو نماز پڑھنے کی تلقین کرنے کیساتھ اُسے اپنی دعا میں شامل فرماتے ہیں۔پیروکار بھی اپنے آقا کے اِرشاد پر اُن کیساتھ اُنکی دعا میں شامل ہو کر دعا کیلئے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاتا ہے۔اور اپنی دعا میں کچھ مخصوص منظوم دعائیہ اشعار پڑھتا ہے۔مبارک سجدہ سے اُٹھنے کے چند دن بعد اللہ تعالیٰ نے میری توجہ اِس خواب کی طرف مبذول کروائی اور مجھے اِسکی تعبیر سے یوں آگاہ فرمایا۔

(**اولاً**) اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ اِس خواب میں میرے بندے مہدی و مسیح موعود علیہ السلام نے جو دعا مانگی تھی ۔یہ وہی دعا تھی جو آپ نے نبی کریم رؤف و رحیم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صداقت وعظمت ظاہر کرنے اور غلبہ اسلام کیلئے ہوشیار پور میں چالیس روز تک اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑا کر مانگی تھی اور پھر اِس دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اِلہام سے اُسے مخاطب کر کے فرمایا تھا!''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔سو میں نے تیری تضرّعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیّت جگہ دی۔اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔فضل اور اِحسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔۔۔۔۔وَ کَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔''(تذکرہ صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۱ بحوالہ مجموعہ اِشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

(**ثانیاً**) اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ وہ موعود نشان رحمت اور وہ موعود زکی غلام جو میں نے اپنے بندے کی دعا کے جواب میں اُسے بخشا تھا وہ تو (یعنی خاکسار) ہی تھا اور اِس خواب میں میں نے تجھے بھی اپنے مہدی و مسیح موعود کے سامنے کھڑا کر کے اُسکی دعا میں شامل فرمایا تھا۔

(**ثالثاً**) اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ اے عبد الغفار تجھے تو یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ تو نے مجھ سے کیا مانگنا ہے۔؟ میں نے تجھے وہ کچھ سکھایا جو تمہیں مجھ سے مانگنا چاہیے۔اور خواب میں جو منظوم دعائیہ اشعار تو (یعنی اس عاجز) نے پڑھے تھے وہ تو نے نہیں بنائے تھے بلکہ الہامی طور پر تیرے دل میں ڈالے گئے تھے۔اور پھر فتح اور غلبہ اِسلام کیلئے یہ منظوم اِلہامی دعا میں نے تمہیں اپنے برگزیدہ بندے کی دعا میں شامل کر کے اور اُسکی اِقتداء میں تجھ سے منگوائی تھی۔

(**رابعاً**) اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں جس موعود غلام کی بشارت بخشی گئی تھی اُسکی ایک مرکزی صفت اُس کا ''زکی'' ہونا ہے۔اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ زکی کے لغوی معنیٰ ''پاک اور نیک'' کے ہوتے ہیں اور میں نے اے عبد لغفار تجھے (یعنی خاکسار کو) زکی بننے کی دعا بھی سکھائی تھی اور پھر اپنے مہدی و مسیح موعود کی اِقتداء میں تجھ سے یہ دعا منگوائی بھی تھی ۔ تو پاک مجھ کو کر دے اور نیک بھی بنا دے ۔ اسلام کی محبت، دل میں میرے بٹھا دے

متذکرہ بالا خواب کی یہ تعبیر معلوم ہونے پر مجھے اپنے زکی غلام ہونے کا علم الیقین تو حاصل ہو گیا لیکن ابھی بھی مجھے حق الیقین حاصل نہیں ہوا تھا۔؟ خاکسار کو اپنے غلام مسیح الزماں ہونے کا حق الیقین کیسے ہوا۔؟ جواباً عرض ہے!

غلام مسیح الزماں ہونے کیلئے اتمام حجت ۔دارالحمد میں اِس روحانی واقعہ کے بعد خاکسار دسمبر ۱۹۸۳ء کے آخر میں جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ اٹینڈ کرنے کیلئے ربوہ آیا تھا۔ جلسہ کے پہلے دن خلیفہ رابع صاحب کی اِفتتاحی تقریر سے پہلے سورۃ شعراء (آیات ۔۴۶ تا ۶۹ جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اعجاز اور فرعون کی غرقابی کا ذکر ہے) کی چند آیات کی تلاوت کی گئی اور پھر اِسکے بعد آپ کا منظوم کلام جو بعد میں ''مردِ حق کی دُعا'' کے عنوان سے شائع ہوا پڑھا گیا تھا۔ میں نے بھی اس نظم کو اس جلسہ میں سنا تھا۔لیکن مجھے اس وقت کوئی خبر نہیں تھی کہ اس نظم میں کیا کچھ بیان کیا گیا ہے۔؟ چند ماہ بعد یعنی اپریل یا مئی ۱۹۸۴ء میں اللہ تعالیٰ نے پھر میرے دل میں ڈالا یا مجھے بتایا کہ اس نظم (مردِ حق کی دُعا) کے تین اشعار کا تیرے (یعنی سجدہ سے اُٹھنے والے ایک نئے عبدالغفار کے) ساتھ تعلق ہے جو کہ درجِ ذیل ہیں۔

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو! آفتِ ظلمت و جور ٹل جائے گی۔ آہِ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا رُخ پلٹ جائیگا رُت بدل جائیگی

یہ دُعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا، ساحروں کے مقابل بنا اژدھا ۔ آج بھی دیکھنا مردِ حق کی دُعا ،سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گی

عصرِ بیمار کا ہے مرض لا دوا، کوئی چارہ نہیں اب دُعا کے سوا ۔اے غلامِ مسیح الزماں ہاتھ اُٹھا، موت آ بھی گئی ہو تو ٹل جائے گی

اللہ تعالیٰ نے آخری شعر کی طرف میری توجہ بار بار مبذول فرما کر میرے دل میں ڈالا کہ اے عبدالغفار! یاد کر تو اپنی وہ خواب جس میں تو نے مسیح الزماںؑ کے ساتھ اور اُسکی اقتداء میں اپنے ہاتھ آسمان کی طرف دُعا کیلئے اُٹھائے تھے۔ پھر مجھے فرمایا گیا کہ مرزا طاہر احمد نے اپنی نظم (مردِ حق کی دُعا) کے اِس شعر میں جس غلام مسیح الزماں کے ہاتھ اُٹھائے جانے کا ذکر کیا ہے۔ وہ غلام مسیح الزماں تو ہی ہے کیونکہ تو نے ہی خواب کی حالت میں میرے مسیح الزماں کے رُوبرو دُعا کے لئے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے تھے۔ یہ یاد رکھیں کہ مامور من اللہ ہونے کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شئے یا کسی انسان کو اپنی وحی کے ذریعہ کسی اہم کام پر مامور فرما دے۔ اب جس طرح حضرت ابراہیمؑ کو خواب دیکھنے کے بعد اس میں کوئی شک نہ رہا کہ اُنہیں اپنے لختِ جگر کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کا حکم ہو چکا ہے یا جس طرح اُمِ موسیٰؑ کو وحی یعنی اِلقاء فی القلب کے بعد یہ یقین ہو گیا کہ مجھے اپنے جگر گوشہ کو دریا میں بہائے جانے کا حکم ہو چکا ہے یا جس طرح شہد کی مکھی اور زمین وحی اِلٰہی کے بعد اپنے کام پر مامور ہو گئیں۔ اسی طرح مجھے بھی خلیفہ رابع کے اس شعر کے بعد اپنے ''غلام مسیح الزماں''، یعنی مصلح موعود ہونے میں کوئی شک وشبہ نہ رہا اور میں اپنے ربّ کے حضور لا جواب سا ہو گیا۔ اور یہ میری ہی بات نہیں بلکہ اگر میری جگہ کوئی اور احمدی ہوتا تو اُس کا ردِ عمل اور اُس کا مؤقف بھی یہی ہوتا جو آج میرا ہے۔ اِسکی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی بوجھ زیادہ ہو اور اِنسان اپنے آپ کو کمزور سمجھتے ہوئے ڈر کر اُسے اُٹھانا نہ چاہے تو وہ لوگوں سے تو بھاگ سکتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی اِنسان پر اِس طرح اتمام حجت کر دے تو پھر وہ بندہ اُسکے حضور سے بھاگ نہیں سکتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔ میرے لا جواب ہونے کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ میری متذکرہ بالا خواب کا یا تو مجھے علم تھا یا پھر اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا جس نے مجھے یہ خواب دکھائی تھی۔ خلیفہ رابع کو بہر حال یہ پتہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی احمدی نوجوان کو ایسا خواب دکھایا ہوا ہے جس میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے نہ صرف اُسے اپنی دُعا میں شامل فرمایا ہے بلکہ بزرگ و برتر ربّ کے حضور اُس کیلئے ہاتھ اُٹھا کر دُعا بھی کی ہوئی ہے۔ مزید برآں یہ کہ اُس غلام نے بھی اپنے آقا کے اِرشاد پر اُس کی دُعا میں شامل ہو کر اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر ایک اِلہامی دُعا مانگی ہوئی ہے ۔اور اس الہامی دُعا میں نہ صرف اُس نے اپنی بخشش اور اپنے ''پاک اور نیک یعنی زکی'' بننے کی فریاد کی تھی بلکہ اسلام کی سچائی اور اُسکی فتح اور شمع ہدایت کو گھر گھر میں جلانے کی بھی دُعا مانگی تھی۔ اور اس طرح مجھے حق الیقین ہو گیا کہ مجھ خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے عظمت و صداقت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر کرنے کیلئے اور فتح اسلام کیلئے مامور کر دیا ہے۔ اسکے بعد بڑی تیزی کیساتھ اللہ تعالیٰ میرے دل پر وحی خفی نازل فرما کر مجھے ''نیکی کی ماہیت'' سمجھاتا چلا گیا اور میں لکھتا چلا گیا۔ اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سمجھا دیا کہ یہی الٰہی نظریہ ''Virtue is God'' (نیکی خدا ہے) ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی ''اِلہامی پیشگوئی کی حقیقت'' پر مشتمل ہے اور یہی تیرے ''غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود'' ہونے کا الہامی، علمی اور قطعی ثبوت ہے۔ یہاں پر ایک خاص بات عرض کرنی چاہتا ہوں۔ ہوسکتا ہے اس سے کسی کو فائدہ ہو جائے۔ لیکن اس سے پہلے خاکسار بطور نمونہ حضورؑ کے دو اِلہامات درج کرتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

(۱) ''مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اُسکے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تُو آیا ہے۔ وَكَانَ وَعْدُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۔ اَنْتَ مَعِيْ وَ اَنْتَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ۔ اَنْتَ مُصِيْبٌ وَّ مُعِيْنٌ لِّلْحَقِ۔'' (ازالۂ اوہام ۔روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۰۲) عربی عبارت کا ترجمہ:۔ اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ تُو میرے ساتھ ہے اور تُو روشن حق پر قائم ہے۔ تُو راہِ صواب پر ہے اور حق کا مددگار ہے۔

(۲) ''وَبَشَّرَنِيْ وَقَالَ ۔۔۔'' اِنَّ الْمَسِيْحَ الْمَوْعُوْدَ الَّذِيْ يَرْقُبُوْنَه وَالْمَهْدِيَّ الْمَسْعُوْدَ الَّذِيْ يَنْتَظِرُوْنَه هُوَ اَنْتَ ۔ نَفْعَلُ مَا نَشَآءُ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ۔'' (تذکرہ صفحہ ۲۰۹ ۔اتمام الحجۃ ۱۸۹۴ء ۔روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۲۷۵) خدا نے مجھے بشارت دی اور کہا کہ وہ مسیح موعود اور مہدی مسعود جس کا انتظار کرتے ہیں وہ تو ہے۔ ہم جو چاہتے ہیں

کرتے ہیں۔پس تو شک کرنیوالوں میں سے نہ ہو۔

حضرت بانئ جماعتؑ نے اِن اِلہامات کے بعد اپنے مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کا اعلان فرمادیا تھا۔فرض کریں کہ اگر حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی طرح مجھ پر درج ذیل عبارات نازل ہوجاتیں۔مثلاً۔

(ا)''زکی غلام ابھی تک ظاہر نہیں ہوا ہے اور اُس نے ۶/ ۷۔نومبر ۱۹۰۷ء کے بعد پیدا ہونا ہے''(۲)''آنیوالا مصلح موعود تو ہی ہے اور تجھ سے پہلے سارے مدعیان مصلح موعود غلطی خوردہ تھے''۔

برادرم چوہدری محمد اسلم صاحب!اللہ تعالیٰ تو قادر ہے۔وہ جس قسم کے الفاظ چاہے کسی بھی اِنسان پر نازل فرماسکتا ہے۔فرض کریں کہ اگر مندرجہ بالا عبارات مجھ پر نازل ہوجاتیں تو ایسے اِلہامات سے ہوسکتا ہے افرادِ جماعت کی تسلی اور تشفی تو ہوجاتی لیکن میری کبھی نہ ہوتی۔اور میں ایسے درجنوں اِلہامات کی بنا پر بھی کبھی غلام مسیح الزماں ہونے کا دعویٰ نہ کرتا۔وجہ یہ ہے کہ خالی خولی ایسے اِلہامات اس عاجز کو حق الیقین نہیں دے سکتے تھے۔دراصل ہر انسان کی اپنی الگ نفسیات ہوتی ہے اور اس نفسیات کو سب سے بہتر ہمارا پیدا کرنیوالا ہی جانتا ہے لہٰذا وہ یقین دلانے کی خاطر ہر انسان کیساتھ اُسکی نفسیات کے مطابق معاملہ کرتا ہے۔مثلاً کسی کو کوہِ طور پر آگ میں جلوہ دکھایا گیا،کسی کے آگے غارِ حرا میں حضرت جبرائیلؑ کو ظاہر فرمایا گیا،کسی کی گورداسپور میں ایک ہی رات میں یہ تمام وکمال اصلاح فرمادی گئی اور کسی کی ایک مبارک سجدے میں ہی کایا پلٹ دی گئی۔اِن مختلف روحانی واقعات میں اللہ تعالیٰ کے یہ سب برگزیدہ بندے اُسکی رحمت کا شکار ہوئے یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت کیلئے چن لیا تھا۔بعض لوگ میرے جیسے کمزور ہوتے ہیں۔اُن کی صلاحیتوں کے خزانے اور اُنکی امانتوں کے جوہر ایسے اعلیٰ نہیں ہوتے۔خالی خولی اِلہامات سے اُنکی تسلی نہیں ہوتی اور اُنہیں اپنی کم علمی اور کم مایگی کی بدولت الہامات اور وحی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے میں بھی بہت تردّد ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ اُنہیں سمجھانے اور یقین دلانے کی خاطر خاص خاص رنگ میں اُنکے ساتھ سلوک فرماتا ہے تاکہ اُنہیں پیغام خداوندی کے سمجھنے میں کوئی اِبہام نہ رہے جیسا کہ خاکسار کے ساتھ ہونیوالے واقعہ سے ظاہر ہے۔

جناب چوہدری صاحب!نظم کا دوسرا شعر کچھ اس طرح ہے۔

یہ دُعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا،ساحروں کے مقابل بنا اژدھا ۔ آج بھی دیکھنا مردِحق کی دُعا ،سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گی

جناب چوہدری صاحب!حضرت مہدی و مسیح موعودؑ فرماتے ہیں اور میں اِس کا پہلے بھی اپنے مضامین میں ذکر کرچکا ہوں۔

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں ۔ نیز اِبراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار

اِنہی دنوں یعنی اپریل/مئی ۱۹۸۴ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ حضرت موسیٰ کی طرح آخری زمانے کے موسیٰ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو بھی دو عصا دیئے گئے تھے۔اور ان دونوں عصاؤں میں سے ایک عصا بطور خاص آپکی دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں آپ کو بخشا گیا تھا۔جیسا کہ آپؑ فرماتے ہیں۔

(الف)۲۱ جون ۱۹۰۳ء۔''مجھے دو عصا دیئے گئے۔ایک جو میرے پاس تھا دوسرے وہ جو گم ہوگیا تھا۔اور گمشدہ عصا کو جو میں نے دیکھا تو اُس کے منہ پر لکھا ہوا تھا دُعَآءُ کَ مُسْتَجَابٌ۔تیری دُعا مقبول ہے۔''(تذکرہ صفحہ ۳۹۴ بحوالہ کاپی اِلہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۱۰)

(ب)۲۱ جون ۱۹۰۳ء۔''۲۱ جون کو ایک چھڑی پر یہ لکھا ہوا دکھایا گیا۔دُعَآءُ کَ مُسْتَجَابٌ۔تیری دُعا مقبول ہے۔''(ایضاً بحوالہ الحکم جلد ۷ نمبر ۲۳ مورخہ ۲۴۔جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵)

جناب چوہدری صاحب!۔آپ کو یا کسی بھی احمدی کو نہ صرف متذکرہ بالا اِلہامات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ اُسے خلیفہ رابع صاحب کے متذکرہ بالا شعر میں بھی کوئی اِبہام نہیں ہونا چاہیے۔یہ دونوں موعود عصا دراصل وہی دو (۲) موعود نشانات ہیں جن کا ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں اس طرح ذکر ہے (سو تجھے بشارت ہو۔کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا)۔جناب چوہدری صاحب!اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ خلیفہ رابع صاحب نے اپنے شعر میں دورِ حاضر کے موسیٰ (حضرت مہدی و مسیح موعودؑ) کے اُسی موعود عصا کا ذکر فرمایا ہے جس کا اُس سے ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں وعدہ فرمایا گیا تھا۔اور اللہ تعالیٰ نے بلا ریب خلیفہ رابع صاحب کے شعر میں بیان فرمودہ ''مردِحق کی دُعا'' کو مجھ ایسے اَن پڑھ بندے کے وجود میں مجسم بنا کر نہ صرف احمدی خلفاء اور علماء کے آگے بلکہ دنیا کے تمام علماء وحکماء کے آگے بھی کھڑا کردیا ہے۔مجھے بتایا گیا ہے کہ (۱) خلیفہ ثانی کا دعویٰ مصلح موعود کلیۃً ایک غلط بلکہ ایک سیاسی دعویٰ تھا اور اِس دعویٰ کا زکی غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔(۲)"Virtue is God" نہ صرف ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کا اِلہامی،علمی اور قطعی ثبوت ہے بلکہ یہی وہ اعلیٰ اِنتہائی ہمہ گیر نظریہ ہے جس سے آگے اور بڑھ کر تعمیم سازی (generalization) ممکن نہیں ہے۔کوئی ہے جو مجھ اُمی کے اِن دعاوی کو جھٹلا سکے۔؟آزمائش شرط ہے۔؟؟؟

آؤ لوگو! کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے!! ۔ لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

جناب چوہدری محمد اسلم صاحب! اِسی نظم کا پہلا شعر کچھ اس طرح ہے۔

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو! آفتِ ظلمت و جور ٹل جائے گی۔ آہِ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا رُخ پلٹ جائیگا رُت بدل جائیگی

اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ اس شعر کا بھی تیرے ساتھ تعلق ہے۔ مرزا طاہر احمد نے تجھ سے مدد کا وعدہ ضرور کیا تھا لیکن وقت آنے پر صاحب اقتدار اور صاحب حیثیت ہونے کے باوجود تجھے ٹرخا دیا گیا۔ اِس کے بعد اے عبدالغفار تیرے دل پر جو گزری اور تیرے دل سے جو آہ نکلی تو پھر اس آہ کے جواب میں میری رحمت جوش میں آ گئی۔ جناب چوہدری صاحب۔ کیا یہ سب اِتفاقات ہیں؟

جناب چوہدری صاحب! اللہ تعالیٰ اپنے مُرسل سے مخاطب ہو کر یوں فرماتا ہے! ''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرّعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیّت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور اِحسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔'' (تذکرہ صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۱/ مجموعہ اِشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

جناب چوہدری صاحب! اگر خلیفہ ثانی کا دعویٰ مصلح موعود سچا تھا اور اگر وہی غلام مسیح الزماں اور فتح اور ظفر کی موعود کلید تھے۔ تو پھر کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ خلیفہ رابع صاحب نے درجِ ذیل شعر میں اس فتح اور ظفر کی موعود کلید کی دوبارہ بشارت افرادِ جماعت کو کیوں دی تھی۔؟ خلیفہ صاحب فرماتے ہیں۔

دیارِ مغرب سے جانیوالو، دیارِ مشرق کے باسیوں کو۔ کسی غریب الوطن مسافر کی، چاہتوں کا سلام کہنا

کلید فتح و ظفر تھمائی تمہیں خدا نے اب آسماں پر ۔ نشان فتح و ظفر ہے لکھا گیا تمہارے ہی نام کہنا

یہ فتح و ظفر کی کلید موعود غلام مسیح الزماں ہی ہے۔ یہ فتح و ظفر کا نشان مصلح موعود ہی ہے۔ جس کی بشارت ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں موجود ہے۔ کیا یہ بھی اِتفاق ہے۔؟

جناب چوہدری صاحب! میرے ربّ قدیر نے خلیفہ رابع صاحب کو میری سچائی کا لاشعوری گواہ بنایا تھا اور میں نے اِس گواہی یا تصدیق کی چند مثالیں یہاں آپکے آگے رکھی ہیں۔ آپ اِس تصدیق کی تفصیل میری کتاب ''غلام مسیح الزماں'' کے حصہ اوّل کے آخری باب نمبر ۴ (اِمام وقت کی حیرت انگیز بشارات) میں سے ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

محض خواب اور اِلہام مجھ ایسے کمزور اِنسان کیلئے کافی حجت نہیں تھے۔ جناب چوہدری صاحب! آپکی خواہش کے مطابق خاکسار ذیل میں اپنے دو خواب اور دو اِلہامات درج کرتا ہے۔

خواب (۱) ''موضع ڈاور میں ہماری تھوڑی سی زرعی زمین ہے۔ زمین بالائی اور زیریں حصوں میں منقسم ہے۔ زمین کے بالائی حصہ پر میرے والد صاحب (مرحوم) کے زمانے میں ایک کچی حویلی تھی جس کے نقوش اب تک میرے ذہن میں اچھی طرح یاد ہیں۔ رؤیا میں دیکھتا ہوں کہ میں اس حویلی کے پاس کھڑا ہوں۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ کچھ فاصلے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہماری زیریں زمین میں سے گزر رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام کو دیکھتے ہی میں آپ کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔ حضور علیہ السلام کے ہاتھ مبارک پکڑ کر اُن کا بوسہ لیتا ہوں اور آپکی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ ''حضور آپ ہمارے گھر کے پاس سے گزر کر جا رہے ہیں۔ آپ ہمارے گھر آئیں اور ہمیں بھی اپنی خدمت کا شرف بخشیں''۔ آپ علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا ''مجھے آگے کام ہے میں واپسی پر آپکے گھر آؤں گا''۔ آپ علیہ السلام آگے تشریف لے جاتے ہیں اور میں واپس حویلی کی طرف آ جاتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور علیہ السلام ہمارے گھر تشریف لے آئے۔ آپ نے ہم سب گھر والوں کو اکٹھا کیا اور ہمیں نماز پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ پھر حضورؑ نے از راہ شفقت فرمایا۔ ''غفار میرے ساتھ آؤ۔ آج کل ہماری زمین پر گنے کا رس نکالتے ہیں تم بھی رس پینا''۔ میری خوشی کی انتہا نہ تھی۔ میں نے ایک برتن (چھوٹی بالٹی) لیا اور گھر والوں سے کہا کہ میں حضور علیہ السلام کیساتھ آپکی زمین پر جا رہا ہوں۔ وہاں پر رس پیئوں گا اور کچھ رس لے کر بھی آؤنگا۔ پھر حضور علیہ السلام کے پیچھے پیچھے چل پڑتا ہوں۔ کافی چلنے کے بعد میں حضور علیہ السلام کے ساتھ آپ کی زمین میں داخل ہو جاتا ہوں۔ زمین اتنی پیاری تھی کہ بیان کرنے کیلئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ خواب میں ہی خیال کرتا ہوں کہ ہماری زمین تو اتنی اچھی نہیں ہے۔ ہم بھی اپنی زمین فروخت کر کے حضور علیہ السلام کی زمین کیساتھ ہی خرید لیں۔ خواہ تھوڑی ہی ملے۔ یہیں پر ہوں کہ میری آنکھ کھل گئی۔''

(۲) ۱۹۸۴ء میں اللہ تعالیٰ نے اِس عاجز کو یہ رؤیا دکھایا۔ رؤیا میں دیکھتا ہوں کہ میں حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہوں اور حضورؑ مجھ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ ''عبدالغفار احمد گلنار'' غالبًا دو دفعہ۔ ''احمد گلنار'' کے معانی کی یہ تفہیم دی گئی کہ ''سرخ احمد''

الہامات (۱) لَارَیْبَ فِیْہِ (۲) ھٰذَامِنْ فَضْلِ رَبِّیْ۔

خاکسار نے یہ دونوں خوابیں اور دونوں اِلہامات آپ کو کچھ سمجھانے کیلئے بطور امثال درج کیے ہیں۔ واضح رہے کہ ایسی مبارک خوابیں اور ایسے مبارک اِلہامات میرے لیے کوئی جائے فخر نہیں کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے نہ کہ میرا کوئی کمال۔ برادرم چوہدری محمد اسلم صاحب! آپ درج ذیل چند نکات پر غور وفکر فرمائیں۔

(۱) اگر آٹھ منظوم دعائیہ اشعار مجھ پر نازل نہ ہوتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

(۲) اگر خواب کی حالت میں خاکسار حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے ارشاد پر آپؑ کیساتھ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر منظوم دعائیہ اِلہامی اشعار نہ پڑھتا۔۔۔؟

(۳) خلیفہ رابع صاحب نے اپنے منظوم کلام میں ''اے غلام مسیح الزماں ہاتھ اُٹھا موت آ بھی گئی ہو تو ٹل جائے گی'' فرما کر نہ صرف میری سابقہ خواب کی سچائی کی تصدیق کی ہے بلکہ ہاتھ اُٹھانے والے کا نام (غلام مسیح الزماں) لے کر اُسکے غلام مسیح الزماں ہونے کی بھی تصدیق فرمادی۔ اگر خلیفہ رابع صاحب یہ شعر نظم نہ کرتے۔۔۔؟

(۴) اگر میرے خواب کی متذکرہ بالا عظیم الشان تعبیر میرے نفس نے مجھے بتائی ہے تو خواب بین کا یہ نفس ایک طویل عرصہ یعنی چھ(۶) سال تک کیوں خاموش رہا اور اُس نے خواب دیکھنے کے فوراً بعد اُسے اِس تعبیر سے کیوں آگاہ نہ فرمایا۔۔۔؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔'' وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَآءَ '' (البقرہ۔۲۵۶) اور وہ اِسکے علم میں سے کسی شئے کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔

اِسی ضمن میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔'' اے عزیزو! اے پیارو!! کوئی اِنسان خدا کے اِرادوں میں اِس سے لڑائی نہیں کر سکتا۔ یقیناً سمجھ لو کہ کامل علم کا ذریعہ خدائے تعالیٰ کا اِلہام ہے جو خدائے تعالیٰ کے پاک نبیوں کو ملا۔ پھر بعد اسکے اِس خدا نے جو دریائے فیض ہے یہ ہرگز نہ چاہا کہ آئندہ اِس اِلہام کو مہر لگا دے اور اِس طرح پر دنیا کو تباہ کرے۔ بلکہ اِس کے اِلہام اور مکالمے اور مخاطبے کے ہمیشہ دروازے کھلے ہیں۔ ہاں ان کو اُنکی راہوں سے ڈھونڈو۔ تب وہ آسانی سے تمہیں ملیں گے۔'' (اسلامی اصول کی فلاسفی ۔روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۳)

وسط دسمبر ۱۹۸۳ء بروز جمعہ ایک مبارک سجدہ میں حصول علم کی اِلہامی دعائیں پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ''نیکی اور علم کی ماہیت'' کا انکشاف فرمایا تھا۔ اور پھر اُسی دن اُس ربّ قدیر نے اِس عاجز پر "Virtue is God" کا اِلہام نازل فرما کر نہ صرف مجھے ایک ''اعلیٰ اِنتہائی ہمہ گیر نظریہ'' بخشا بلکہ مجھے اپنے کامل علم اور اپنی کامل معرفت سے بھی آگاہ فرمادیا۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ نے اپنا کامل علم اور اپنی کامل معرفت بھی اِس رنگ میں عنایت فرمائی کہ جس سے ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں بیان فرمودہ ذکی غلام کی درج ذیل بنیادی اور مرکزی علامات پوری ہوگئیں۔

'' وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اِسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔''

(۵) اگر اللہ تعالیٰ اِس عاجز کو "Virtue is God" ایک اعلیٰ اِنتہائی ہمہ گیر نظریہ کے رنگ میں اپنا کامل علم اور اپنی کامل معرفت عنایت نہ فرماتا جو کہ بجز اِلہام ممکن نہیں۔۔۔؟

جناب چوہدری محمد اسلم صاحب! اگر درج بالا پانچوں واقعات میرے ساتھ وقوع پذیر نہ ہوتے اور میں درج بالا خوابوں اور لفظی اِلہاموں سے بھی بڑھ کر اور عظیم الشان خوابیں دیکھ لیتا اور مجھ پر اِلہامات نازل ہو جاتے تب بھی میں کبھی غلام مسیح الزماں ہونے کا دعویٰ نہ کرتا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ خوابوں اور الہاموں میں نفس کا دخل ممکن ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتا ہے۔

''وَمَا أَرْسَلْنَامِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيٓ أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَايُلْقِيُ الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ''(الحج۔۵۳) اور ہم نے (اے محمد ﷺ) تجھ سے پہلے نہ کوئی رسول بھیجا نہ نبی مگر جب بھی اس نے کوئی خواہش کی، شیطان نے اُسکی خواہش میں کچھ ملا دیا۔ پھر اللہ اُس کو جو شیطان ملاتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو اُس کے اپنے نشان ہوتے ہیں ان کو مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ بہت جاننے والا، حکمت والا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ایک برگزیدہ نبی فرماتا ہے۔

''وَمَآ أُبَرِّئُ نَفْسِيٓ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيٓ إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ''(یوسف۔۵۴) اور میں اپنے نفس کو (ہر قسم کی غلطی سے) بری قرار نہیں دیتا کیونکہ (اِنسانی) نفس سوائے اِسکے جس پر میرا ربّ رحم کرے بُری باتوں کا حکم دینے پر بہت دلیر ہے، بے شک میرا ربّ بڑا غفور و رحیم ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے میرے غلام مسیح الزماں ہونے اور اِس کا مجھے حق الیقین دلانے کی خاطر جو تدابیر کی ہیں۔ اِس اتمام حجت کے بعد اپنے آپ کو غلام مسیح الزماں تسلیم کرنے اور اِس کا دعویٰ کرنے کے سوا میرے لیے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

محترم جناب چوہدری محمد اسلم صاحب! آپ یا افرادِ جماعت میں سے کوئی اور احمدی اگر میرے دعویٰ کے معاملہ میں میری کوئی مدد کرنا چاہے تو خاکسار اِس کیلئے تیار ہے۔

میں اُس سے درخواست کروں گا کہ (ا) وہ مجھ سے پہلے عالم اسلام میں سے کوئی ایک ایسی مثال دیدے جس میں کسی برگزیدہ بندے کیساتھ اُسی قسم کا روحانی واقعہ ہوا ہو جس قسم کا روحانی واقعہ میرے ساتھ ہوا ہے۔اور پھر اُس برگزیدہ بندے نے ایسے روحانی واقعہ کو نفسانی واقعہ سمجھ کر رَدّ کر دیا ہو۔(۲) وہ مجھے دنیا میں سے کسی ایک ایسے عالم کی مثال دیدے جس نے بغیر وحی والہام محض مجرد عقل کیساتھ کامل علم وکامل معرفت حاصل کر لی ہو۔اگر آپ یا کوئی بھی اور احمدی مجھے ایسے روحانی واقعہ کی ایک مثال یا کسی ایسے عالم کی ایک مثال فراہم کر دے تو پھر میں بھی اپنے دعویٰ پر ازسرِ نو غور وفکر کرنے کیلئے تیار ہوں۔

جناب چوہدری صاحب! مجھے اس بات کا علم ہے کہ اُمت محمدیہ میں حضرت مرزا صاحبؑ سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں پر بڑے بڑے عظیم الشان الہامات نازل فرماتا رہا ہے۔یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ اُم موسیٰ نے وحی (جس قسم کی بھی تھی) کے بعد اپنے لختِ جگر کو دریا میں بہا دیا تھا اور ابوالانبیا حضرت ابراہیمؑ خواب دیکھنے کے بعد اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے تیار ہو گئے تھے۔اِسکے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ خوابیں یا اِلہامات خواہ کتنے ہی عظیم الشان کیوں نہ ہوں پھر بھی ان پر بھروسہ کر کے میرے ایسے کمزور اِنسان کیلئے کوئی دعویٰ کرنا بہت مشکل تھا۔واضح رہے کہ متذکرہ بالا پانچوں واقعات ﴿ ا۔اِلہامی دعا کا ملنا اور ۲۔خواب میں اس دعا کو حضورؑ کیساتھ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر پڑھنا۔۳۔خلیفہ رابع صاحب کا اپنے منظوم کلام میں غلام مسیح الزماں کا ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے کے واقعہ کا ذکر کرنا ۴۔مبارک خواب دیکھنے کے بعد چھ سال تک اِسکی تعبیر سے لاعلم رہنا اور پھر (۵) اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِلہامی رنگ میں پیشگوئی غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود کا اِلہامی، علمی اور قطعی ثبوت کا دیا جانا﴾ رُونما ہونے کے بعد میں اپنے آپ کو غلام مسیح الزماں ماننے کیلئے مجبور ہو گیا تھا لیکن اِسکے باوجود غلام مسیح الزماں ہونے کا دعویٰ کرنے کیلئے تیار نہیں تھا۔بعض باتیں میرے دل میں تھیں یا بالفاظ دیگر میری کچھ مجبوریاں تھیں جنہیں میرے ربّ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔اگر چہ خاکسار اپنے آپ کو کامل طور پر سچا سمجھتا تھا لیکن اِن روکاوٹوں کا بہانہ بنا کر میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعویٰ کرنے سے ٹال مٹول کرتا رہا۔میری اِن مجبوریاں کو سوائے میرے خدا کے نہ کوئی جانتا تھا اور نہ ہی کوئی دور کر سکتا تھا۔پھر میری زندگی میں وہ لمحہ آ گیا جب اللہ تعالیٰ نے اِن سب روکاوٹوں کو دور کر کے میرے سارے بہانے ختم کر دیئے۔بالآخر میرے لیے غلام مسیح الزماں ہونے کے دعویٰ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا اور اس طرح خاکسار نے ۱۲۔دسمبر ۲۰۰۳ء کو بذریعہ اپنی ویب سائٹ (alghulam.com) اِس دعویٰ کا اعلان کر دیا۔

خلیفہ ثانی کی خواب اور اِس عاجز کی خواب کا تقابلی جائزہ

(ا) خلیفہ ثانی صاحب کی خواب مذہبی دنیا کی شاید طویل ترین خواب ہو جبکہ اِس عاجز کو جو خواب دکھائی گئی یقیناً وہ مختصر ترین ہو گی۔

(۲) خلیفہ ثانی نے ۵/۶ جنوری ۱۹۴۴ء کی درمیانی شب لاہور میں خواب دیکھنے کے بعد قادیان واپس جا کر اِسی ماہ کے آخر میں یعنی ۲۸ جنوری کے خطبہ جمعہ میں اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان کر دیا جبکہ اِس عاجز کو خواب دیکھنے کے چھ (۶) سال بعد تک اِسکی تعبیر کا کوئی علم نہ ہوا۔

(۳) خلیفہ ثانی صاحب کے خلیفہ بننے کے بعد اور خواب دیکھنے سے پہلے اُنکے تحریری بیانات اُنکی خواب کی حقیقت کا بھانڈا پھوڑ رہے ہیں۔خاکسار کی پیدائش کیساتھ ہی اُسے اللہ تعالیٰ کی سپردگی میں دیدیا گیا تھا اور وسط دسمبر ۱۹۸۳ء تک مجھے اپنے متعلق کسی بات کا کوئی علم نہیں تھا۔

(۴) خلیفہ ثانی کی خواب محض ایک طویل اور مہمل خواب ہے جبکہ اِس عاجز کو اللہ تعالیٰ نے ایک مختصر اور مجملاً خواب دکھا کر ایک عرصہ تک اِسکی تعبیر سے مجھے لاعلم رکھا۔اور پھر میرے خواب کا واقعہ محض خواب تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک روحانی واقعہ تھا اور یہ خواب کی حالت میں میرے ساتھ اس طرح ظہور پذیر ہوا کہ اِسکے سچا ہونے میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔

برادرم چوہدری صاحب! آپ لکھتے ہیں۔

"What caused you to believe that you are the ONLY Musleh-Maud ?"

ترجمہ۔آپ کو یہ یقین کیسے ہوا کہ صرف آپ ہی مصلح موعود ہیں۔

برادرم چوہدری محمد اسلم صاحب! خاکسار یہ وضاحت کرنا چاہتا ہے کہ ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی (غلام مسیح الزماں یا مصلح موعود) کو حضرت بانئے جماعتؑ کی جسمانی اولاد نے اب تک اپنی جاگیر سمجھا جو کہ کلیۃً ایک غلط فہمی یا جھوٹ تھا۔امر واقع یہ ہے کہ (اولاً) ہر وہ احمدی جو زکی غلام سے متعلق آخری مبشر اِلہام (جو ۶/۷۔نومبر ۱۹۰۷ء کے دن نازل ہوا تھا) سے پہلے پیدا ہو گیا خواہ وہ حضورؑ کا کوئی جسمانی لڑکا یا آپکی ذریت میں شامل تھا اِس اِلہامی پیشگوئی کا مصداق نہیں ہو سکتا۔(ثانیاً) ہر وہ انسان جو حضرت مہدی ومسیح موعودؑ کے تمام دعاوی پر ایمان لا کر آپکی ذریت یعنی جماعت میں شامل ہو گیا خواہ وہ کوئی بھی (یعنی حضورؑ کی جسمانی اولاد میں سے ہو یا آپکی ذریت میں سے) تھا اگر وہ ۶/۷۔نومبر ۱۹۰۷ء کے بعد پیدا ہوا تھا تو اُس کا اِس اِلہامی پیشگوئی پر برابر کا حق تھا۔(ثالثاً) یہ اِلہامی پیشگوئی اللہ تعالیٰ کا سراسر موعود فضل تھا۔اب اگر اللہ تعالیٰ نے یہ موعود فضل حضورؑ کے ایک پیروکار عبدالغفار جنبہ کی قسمت میں لکھ دیا ہے تو یہ اُسکی اپنی تقسیم ہے لہٰذا بقول اِرشادِ باری تعالیٰ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔یہ

اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔کسی کو اس تقسیم پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔

اب متذکرہ بالا سوال کے سلسلہ میں جواباً عرض ہے کہ خاکسار پہلے مفصل بیان کر چکا ہے کہ سلسلہ احمدیہ محمدی سلسلے کا تسلسل ہے۔جماعت احمدیہ میں محمدیت کی طرح عمومی تجدید کا سلسلہ تو جاری رہے گا لیکن احمدیت میں صرف اور صرف ایک موعود مصلح کی پیشگوئی ہے۔ایک سے زیادہ کی نہیں۔اور اس موعود مصلح اور اِس موعود زکی غلام نے سلسلہ احمدیہ میں ۶/ ۷۔نومبر ۱۹۰۷ء کے بعد پیدا ہونا تھا۔زکی غلام کے متعلق مبشر الہامات کی روشنی میں وہ تمام مدعیان مصلح موعود جو ۶/ ۷نومبر ۱۹۰۷ء سے پہلے پیدا ہو چکے تھے اُن سب کے دعاوی سچے نہیں تھے بلکہ غلط فہمی پر مبنی تھے۔اگر کوئی ایسا مدعی مصلح موعود گزرا ہے جو ۶/ ۷نومبر ۱۹۰۷ء کے بعد پیدا ہوا تھا تو پھر کیا اُس نے خالی دعویٰ ہی کیا تھا یا اپنے دعویٰ کے حق میں کوئی قطعی ثبوت بھی پیش کیا تھا۔میرے علم اور خیال کے مطابق اب تک کوئی ایسا مدعی نہیں گزرا ہے۔بہرحال پندرھویں صدی ہجری کے سر پرا کیلئے اِس عاجز پر ہی اللہ تعالیٰ نے نہ صرف میرے زکی غلام مسیح الزماں ہونے کا اِنکشاف فرمایا بلکہ مجھے اس کا اِلہامی علمی اور قطعی ثبوت بھی بخشا ہے۔لہٰذا اسکے بعد مجھے اپنے مصلح موعود ہونے کا یقین کیسے نہ ہوتا اور میں یہ کیوں نہ کہوں کہ سلسلہ احمدیہ میں یہ عاجز ہی مصلح موعود ہے؟ وغیرہ۔

اِلہام اور دلیل میں فرق اور دلیل کی اہمیت۔ جہاں تک دعویٰ کا تعلق ہے تو یہ ایک بیان (statement) ہوتا ہے جو کوئی بھی کرسکتا ہے۔مثلاً۔پانی ہائیڈروجن اور آکسیجن کا مرکب ہے۔اب یہ ایک دعویٰ ہے۔یہ علمی دعویٰ تجربے کے بعد سچا بھیثابت ہوسکتا ہے اور جھوٹا بھی۔دلیل کسی دعویٰ کا ثبوت ہوتی ہے۔مذہبی دنیا میں بھی لوگ دعاوی کرتے ہیں۔اِن میں سے بعض سچے ہوتے ہیں اور بعض کسی غلط فہمی کی بنیاد پر کر دیئے جاتے ہیں۔برادرم چوہدری صاحب۔آپ نے اپنی ای میلز (e-mails) میں میرے اِلہامات اور اِلہامی الفاظ پر بہت زور دیا ہے۔حالانکہ اِلہامات تو محض اِلہامات ہوتے ہیں۔اِن کا اگر کوئی فائدہ ہوتا ہے تو وہ صرف مدعی کو ہوتا ہے۔اُسکے علم و عرفان اور یقین میں اضافہ ہوتا ہے۔مدعی کے اِلہامات لوگوں کیلئے کوئی حجت یا ثبوت نہیں ہوا کرتے۔قرآن کریم ایسے عظیم الشان اِلہام کو بھی مکہ کے لوگوں نے محمد (ﷺ) کی پریشان خوابیں قرار دیا تھا۔اصل اہمیت یا وہ شیٔ جو کسی دعویٰ کے سلسلہ میں فیصلہ کن اور لوگوں کو فائدہ دے سکتی ہے وہ دعویٰ کا ثبوت ہوا کرتا ہے نہ کہ مدعی کے اِلہامات۔جو دعویٰ کسی اِلہام کی بنیاد پر کیا جائے اُسے ہم زیادہ سے زیادہ اِلہامی دعویٰ کہہ سکتے ہیں۔مثلاً حضرت بانئے جماعت ۱۸۹۴ء میں اپنی کتاب ''اتمام الحجۃ'' میں فرماتے ہیں:۔''وَبَشَّرَنِیْ وَقَالَ۔۔۔۔۔۔''اِنَّ الْمَسِیْحَ الْمَوْعُوْدَالَّذِیْ یَرْقُبُوْنَہ وَالْمَھْدِیَّ الْمَسْعُوْدَالَّذِیْ یَنْتَظِرُوْنَہ ھُوَاَنْتَ۔نَفْعَلُ مَا نَشَآءُ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَالْمُمْتَرِیْنَ۔'' (تذکرہ صفحہ ۲۰۹۔روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۲۷۵)

ترجمہ۔خدا نے مجھے بشارت دی اور کہا کہ وہ مسیح موعود اور مہدی مسعود جس کا انتظار کرتے ہیں وہ تو ہے۔ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔پس تو شک کرنیوالوں میں سے نہ ہو۔

ہم یقین رکھتے ہیں کہ حضورؑ کے یہ دونوں اِلہامی دعاوی سچے تھے لیکن اس کے باوجود اِن اِلہامات کا فائدہ اکثر لوگوں کو نہ ہوا اور نہ ہی یہ عامۃ الناس اور خاص کر مخالفین کیلئے حجت تھے۔اسکے برخلاف آپؑ نے اپنے دعاوی کے جو ثبوت اُمت محمدیہ کے آگے رکھے وہ بلا شبہ مسلمانوں کیلئے قطعی حجت تھے۔مثلاً۔آپکے مہدی معہود کے دعویٰ کی صداقت کیلئے اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کا بیان فرمودہ خسوف وکسوف کا نشان ظاہر فرمادیا اور آپکے مسیح موعود کے ثبوت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر فرمادیا کہ حضرت مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہوگیا ہے اور میرے کلام (قرآن کریم) سے اُسکی وفات ثابت ہے۔اگر حضرت مرزا صاحب کے پاس یہ دونوں ثبوت (خسوف وکسوف کا نشان اور وفات مسیح کے سلسلہ میں تیس آیاتِ قرآنی) نہ ہوتے اور صرف اِلہامات کی کتاب ہوتی تو کس نے آپ کو سچا سمجھ کر آپ پر ایمان لانا تھا۔؟

جیسا کہ خاکسار وحی و اِلہام کے سلسلہ میں وضاحت کر آیا ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی اِنسان یا شیٔ کو کسی کام کیلئے مسخر کر دیتا ہے۔ایسی حالت میں وہ شیٔ یا وہ اِنسان لوگوں کو وحی تسخیر کا کیا اور کیسے ثبوت دے۔؟ کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ اور اُسکے بندے کے درمیان معاملہ ہوتا ہے۔ہاں لوگوں کو اُس شیٔ یا اُس اِنسان کے طرز عمل سے فائدہ ہوسکتا ہے۔اسی طرح میرے اِلہامات یا میری وحی کا کسی کو کیا فائدہ۔؟ ہاں اِن سے ملہم کو فائدہ ضرور ہوتا ہے۔مجھے بھی فائدہ ہوا اور اِنشاءاللہ تعالیٰ آئندہ بھی ضرور ہوتا رہے گا کیونکہ اسی سے میرا یقین اور میرا علم و عرفان حق الیقین تک پہنچا ہے۔میرے دعویٰ کے سلسلہ میں اگر آپ کو یا افرادِ جماعت کو کسی چیز سے کوئی فائدہ ہوسکتا ہے تو وہ میرے ثبوت اور دلائل ہیں نہ کہ میرے اِلہامات۔آپ اگر میرے دعویٰ کے سلسلہ میں سنجیدہ ہیں تو پھر آپ میرے دلائل و براہین کا بغور وفکر مطالعہ کریں۔برادرم چوہدری صاحب! جیسا کہ آپ نے میری کتاب (غلام مسیح الزماں) کے صفحات نمبر ۹۰۔۹۱ پر پڑھا ہوگا میں نے اپنے دعویٰ کی سچائی کے ثبوت میں جو ایک بزرگ دلیل پیش کی ہے اُسکے تین اجزاء ہیں۔(۱) خلیفہ ثانی کے دعویٰ مصلح موعود کی قطعی طور پر تکذیب (۲) خلیفہ رابع صاحب کا میرے دعویٰ کی لاشعوری تصدیق (۳) اِلٰہی نظریہ کے رُوپ میں پیشگوئی مصلح موعود کا ایک اِلہامی، علمی اور قطعی ثبوت۔اس ثبوت کو خاکسار اِلہامی اس لیے کہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس ثبوت کا ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں وعدہ فرمایا ہوا ہے۔

اختتامی گذارش

برادرم جناب محمد اسلم چوہدری صاحب! خاکسار نے نوجوانی کے آیام میں بعض خوابیں دیکھیں لیکن مجھے اِنکی تعبیروں کا کوئی علم نہیں تھا اور نہ ہی میں نے اِن کی تعبیریں جاننے کی کبھی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی وسط دسمبر ۱۹۸۳ء تک مجھے اِن کی تعبیروں سے بے خبر رکھا۔ پھر وسط دسمبر ۱۹۸۳ء میں لاہور کے احمدیہ ہوسٹل دارالحمد میں ایک مبارک سجدہ سے اُٹھنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان خوابوں کی تعبیروں سے خاکسار کو آگاہ فرمایا۔ اپنی خوابوں کے علاوہ حضورؑ کی ایک خواب جو آپؑ نے زمانہ طالب علمی کے دوران دیکھی تھی اِس کی تعبیر سے بھی اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو آگاہ فرمایا۔ حضورؑ کی خواب اور اِسکی تعبیر درج ذیل ہے۔ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ لکھتے ہیں۔

''اِس احقر نے ۱۸۶۴یا ۱۸۶۵عیسوی میں یعنی اسی زمانہ کے قریب کہ جب یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصہ میں ہنوز تحصیل علم میں مشغول تھا۔ جناب خاتم الانبیا ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی۔ کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا۔ کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے قطبی رکھا ہے۔ جس نام کی تعبیر اب اس اشتہاری کتاب کی تالیف ہونے پر کھلی۔ کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے۔ جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے۔ غرض آنحضرت ﷺ نے وہ کتاب مجھ سے لے لی۔ اور جب وہ کتاب حضرت اقدس نبوی کے ہاتھ میں آئی تو آنجناب کا ہاتھ مبارک لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی۔ کہ جو امرود سے مشابہ تھا مگر بقدر تربوز تھا۔ آنحضرت نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کے لیے قاش قاش کرنا چاہا۔ تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آنجناب کا ہاتھ مبارک مرفق تک شہد سے بھر گیا۔ تب ایک مردہ کہ جو دروازہ سے باہر پڑا تھا۔ آنحضرت کے معجزہ سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔ اور یہ عاجز آنحضرت کے سامنے کھڑا تھا۔ جیسے ایک مستغیث حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ اور آنحضرت بڑے جاہ و جلال اور حاکمانہ شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کرسی پر جلوس فرما رہے تھے۔ پھر خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت ﷺ نے مجھ کو اس غرض سے دی کہ تا میں اس شخص کو دوں کہ جو نئے سرے سے زندہ ہوا اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں۔ اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دی۔ اور اس نے وہیں کھالی۔ پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت ہی اونچی ہو گئی۔ اور جیسے آفتاب کی کرنیں چھوٹتی ہیں۔ ایسا ہی آنحضرت کی پیشانی مبارک متواتر چمکنے لگی کہ جو دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اِشارت تھی۔ تب اسی نور کے مشاہدہ کرتے کرتے آنکھ کھل گئی۔ والحمد للہ علی ذالک۔''

(روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۲۷۴ تا ۲۷۶ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ و تذکرہ صفحہ ۳ تا ۴)

برادرم چوہدری صاحب! اللہ تعالیٰ نے اس عاجز پر اِنکشاف فرمایا ہے کہ حضورؑ کی خواب میں جو مردہ آنحضرت ﷺ کے معجزہ سے زندہ ہو کر حضورؑ کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔ یہ مردہ عظمت مصطفےٰ اور غلبہ اسلام کیلئے آنحضرت ﷺ کے معجزہ سے اِسی طرح زندہ ہوا تھا جس طرح اللہ تعالیٰ نے موسوی مریم کو بغیر کسی مرد کے چھونے سے محض اپنی قدرت کاملہ کیساتھ بطور نشان رحمت ایک زکی غلام عطا فرمایا جس کا وجود دنیا کیلئے ایک معجزہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی اُمت کو مہدی کے بعد نازل ہونیوالے جس مسیح ابن مریم کی بشارت عطا فرمائی تھی۔ یہ مردہ وہی مسیح ابن مریم اور محمدی مریم حضرت مرزا غلام احمد کا روحانی فرزند تھا اور یہ وہی زکی غلام (مصلح موعود) تھا جس کی بشارت اللہ تعالیٰ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں بخشی تھی۔ مزید برآں یہ وہی مبارک وجود تھا جس کے ہاتھ پر غلبہ اسلام کا وہ وعدہ پورا ہونا ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے سورۃ صف کی آیت نمبر ۱۰ (هُوَ الَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُون ۔ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے گو مشرکوں کو یہ بات بہت ہی بُری لگے) میں فرمایا تھا۔ لیکن افسوس سے لکھتا ہوں کہ وہ ایک قاش جو آنحضرت ﷺ نے بذریعہ اپنے مہدیؑ نئے زندہ ہونے والے مردہ کو دی تھی۔ اِس ایک قاش پر بھی حضورؑ کی جسمانی اولاد قبضہ جما کر بیٹھ گئی ہے۔

برادرم چوہدری صاحب! جب کوئی قوم یا جماعت میثاق النبیین کی خلاف ورزی کر بیٹھتی ہے تو پھر اُنکے دل سخت ہو جایا کرتے ہیں اُسی طرح جیسے دو ہزار سال پہلے یہودیوں کے دل سخت ہو گئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے مسیح موعود کی جان کے دشمن بن گئے۔ اُس پر گند اُچھالتے اور کہتے تھے کہ ہمارا غیظ و غضب اُس وقت تک ٹھنڈا نہیں ہو سکتا جب تک ہم اِسے صلیب پر نہ چڑھا لیں۔ بعینہٖ جماعت احمدیہ میں بھی کچھ لوگوں نے میثاق النبیین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جماعت کو سیدھے راستہ سے بھٹکا دیا ہے۔ جس جماعت کی تخم ریزی حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے عظمت مصطفےٰ اور غلبہ اسلام کیلئے فرمائی تھی اُسے تو سچ پرست ہونا چاہیے تھا لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ چند خدا کے بنائے ہوئے خلیفوں نے اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے اِس کو بت پرست بنا دیا ہے۔ خاکسار آپ سے اور افراد جماعت سے صمیم قلب سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمدی مریم حضرت مرزا غلام احمدؑ کی تضرعات کو قبول فرما کر عظمت مصطفےٰ اور غلبہ اِسلام کیلئے اُس کے زکی غلام کو ایک ایسا آسمانی حربہ ایک ایسا علمی ہتھیار عنایت فرمایا ہے جس کے آگے اپنوں اور غیروں کا ٹھہرنا ممکن نہیں۔ خاکسار نے جماعت احمدیہ کے نظام (اسلامی یا غیر اسلامی) کے قوائد و ضوابط کے اندر رہتے ہوئے اولاً ۱۹۹۳ء میں بالواسطہ اپنا دعویٰ خلیفہ رابع صاحب کے آگے رکھا تھا۔ بعد ازاں ۱۹۹۷ء میں خاکسار نے خلیفہ صاحب کے آگے اپنے دعویٰ کی تفصیل بیان کی۔ بالآخر مورخہ دس (۱۰) جون ۲۰۰۲ء کو میں نے اپنا مدلل تحریری دعویٰ باضابطہ طور پر

اُنکے آگے رکھ دیا۔ برادرم اگر جماعت احمدیہ میں کسی وقت کوئی احمدی جماعتی نظام کے قوائد وضوابط کے اندر رہتے ہوئے باضابطہ طور پر اپنے غلام مسیح الزماں ہونے کا مدلل دعویٰ کسی خلیفہ کے آگے رکھے تو اُس خلیفہ پر فرض ہے کہ وہ مدعی کے دعویٰ پر غوروفکر کرنے کیلئے جماعت احمدیہ کی مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کرے۔اور پھر شوریٰ کے اجلاس میں بڑی غیر جانبداری اور تقویٰ کیساتھ مدعی کے دعویٰ پر کھلا (open) بحث مباحثہ ہو۔اگر جماعت احمدیہ میں نئے مدعی سے پہلے کسی مدعی کا دعویٰ مصلح موعود موجود ہو اور اُسے کسی وجہ سے تسلیم بھی کرلیا گیا ہو تو پھر دونوں مدعیوں کے دعاوی پر مجلس شوریٰ کے ممبران، جماعتی علماء سب کو کھل کر بحث ومباحثہ کا موقع ملنا چاہیے تھا اور **پھر اِرشاد باری تعالیٰ!**

("فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۔" (النساء:٦٠) اے مسلمانو! اگر کسی بات میں تم میں باہم نزاع واقعہ ہو تو اِس اَمر کو فیصلہ کیلئے اللہ اور رسول کے حوالہ کرو اگر تم اللہ اور آخری دن پر ایمان لاتے ہو تو یہی کرو کہ یہی بہتر اور اَحسن تاویل ہے۔)

کی روشنی میں عدل وانصاف

(۱)"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ "(المائدہ۔۹) اے ایمان والو! اللہ کیلئے انصاف کی گواہی دینے کیلئے کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو (بلکہ) انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیز گاری کی بات ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔

(۲)" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۔۔۔ "(النساء۔۱۳۶) اے ایماندارو! تم پوری طرح اِنصاف پر قائم رہنے والے (اور) اللہ کیلئے گواہی دینے والے بن جاؤ۔گو (تمہاری گواہی) تمہارے اپنے (خلاف) یا والدین یا قریبی رشتہ داروں کے خلاف (پڑتی) ہو۔۔۔

کے مطابق متنازعہ اَمر کا فیصلہ ہو جاتا

برادرم چوہدری محمد اسلم صاحب! اگر خلیفہ رابع صاحب کو اپنے والد خلیفہ ثانی کے دعویٰ مصلح موعود کے سچا ہونے کا اتنا ہی یقین تھا تو اُنہیں مندرجہ بالا طریق کے مطابق جماعت احمدیہ کی انٹرنیشنل مجلس شوریٰ کا اجلاس بلا کر اس میں از سرِ نو پیشگوئی مصلح موعود پر بحث مباحثہ کرانے میں کیا حرج تھا؟ کیا خوف تھا؟ اگر میں اُنکی نظر میں نعوذ باللہ جھوٹا مدعی تھا تو خوف تو مجھے ہونا چاہیے تھا نہ کہ اُن کو۔؟ جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میرے غلام مسیح الزماں ہونے کی اس رنگ میں اتمام حجت کی کہ میرے لیے بھاگنے کا ہر راستہ بند ہو گیا اور مجھے یہ بھی یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ رابع پر میرے دعویٰ کی تصدیق کے سلسلہ میں اس طرح اتمام حجت کر دی ہے کہ اب اِن کیلئے بھاگنا بھی ممکن نہیں رہا۔لیکن خلیفہ رابع صاحب نے میرے صدق کی گواہی کے سلسلہ میں پہلوتہی کر کے نہ صرف اپنی جان پر ظلم کیا بلکہ پوری جماعت کو تذبذب میں ڈال گئے ہیں۔جس طرح رضا شاہ پہلوی کو جب آیت اللہ خمینی کے مقابلہ میں اپنا تخت حکومت جاتا نظر آیا تو اُس نے ملک چھوڑنے سے پہلے شاپور بختیار کو بطور نگران (care taker) وزیر اعظم نامزد کر دیا تھا۔اسی طرح خلیفہ رابع صاحب نے بھی جب غلام مسیح الزماں کے مقابلہ پر اپنا مصلح موعودی بت ٹوٹتا دیکھا تو وہ دلائل کیساتھ مقابلہ کرنے کی بجائے رضا شاہ پہلوی کی طرح اپنے پیچھے بطور نگران (care taker) مرزا مسرور احمد کو چھوڑ گئے۔اب مرزا مسرور احمد زیادہ سے زیادہ جماعت احمدیہ کے شاپور بختیار ہو سکتے ہیں۔خلیفہ رابع صاحب جب فوت ہوئے تو مجھے اُس وقت علم تھا کہ یہ جو غلطی کر کے جا رہے ہیں۔اِنہیں عالم آخرت میں جا کر بہت پچھتانا پڑے گا۔برادرم چوہدری صاحب! آپ کو کوئی خبر ہے کہ خلیفہ رابع صاحب کس حال میں ہیں؟ جس حق کی گواہی دینے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں پابند کیا تھا اُس سے پہلوتہی کر کے اب وہ کس پچھتاوے کی آگ میں جل رہے ہیں۔؟ بعد از مرگ خلیفہ رابع صاحب کی حالت اور خواہش سے اگر آپ واقف ہونا چاہتے ہیں تو میرے ایک بھتیجے کی بیٹی عزیزی مصباح کے درج ذیل خواب پر غور فرمائیں۔آپ کو خط لکھنے کے دوران یہ خواب مجھے پاکستان سے موصول ہوئی تھی۔ہو سکتا ہے اس خواب کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو کسی کا بھلا اور ہدایت منظور ہو۔واللہ اعلم بالصواب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصباح کا خواب۔ ماہ فروری کا آخری ہفتہ ۲۰۱۰ء

''میں خواب میں دیکھتی ہوں کہ میں اپنے گھر کے کمرے میں بیٹھی ہوں اور میری کزنیں بھی بیٹھی ہیں اور ہم سب اپنے کام میں مصروف ہوتی ہیں کہ میری ایک کزن نعیمہ آ کر مجھ سے کہتی ہے کہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ ہمارے گھر کے باہر کھڑے ہیں ہم یہ بات سن کر چونک جاتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے وہ تو وفات پا چکے ہیں وہ کہتی ہے کہ یقین نہیں آ رہا تو آپ سب باہر جا کر دیکھ لیں۔ ہم سب باہر جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ واقعی خلیفہ صاحب کھڑے ہیں اور باہر بہت سے لوگ حیرانگی میں کھڑے ہوتے ہیں اور وہاں ایک عجیب سی خاموشی طاری ہوتی ہے اور کوئی بھی اتنی ہمت نہیں کر پاتا کہ ان سے کچھ پوچھ سکے سب لوگ حیران ہوتے ہیں کہ اچانک میں آگے بڑھ کر اِن سے پوچھتی ہوں کہ آپکے والد صاحب سچے تھے یا میرے دادا (خاکسار۔ ناقل) سچے ہیں تو وہ مایوسی سے جواب دیتے ہیں کہ یہی تو میں بتانے آیا ہوں کہ میرے والد نہیں یہ شخص سچا ہے تو دادا ابو بھی میرے قریب ہی کھڑے ہوتے ہیں اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ میں نے تم لوگوں کو کہا تھا نہ کہ میں سچا ہوں لیکن تم لوگ میری بات نہیں مانتے تھے اور اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے اُنہوں (خلیفہ رابع صاحب۔ ناقل) نے کہا واقعی آپ سچے تھے اور سیدھی راہ پر تھے اور ہم غلط راہ پر تھے۔''

برادرم جناب محمد اسلم چوہدری صاحب! آپ اپنی مورخہ ۱۱۔ مارچ ۲۰۱۰ء کی ای میل میں فرماتے ہیں۔

"Please, Note that if you failed in responding this e-mail then you will NOT be able to say before the ALMIGHTY ALLAH, that NO ONE offeredd any help to you. Now, it will be your own unjust and unfair stubborness that has deprived you from being rescued........Would you please, demonstrate your faith and love by permitting me to help you in your situation.........Sincerely, Mohammad Aslam Chaudhry."

ترجمہ۔ برائے مہربانی، اس بات کو نوٹ کیجئے کہ اگر تم اس ای میل کا جواب دینے میں ناکام رہے تو پھر تم اللہ تعالیٰ کے حضور یہ نہیں کہہ سکتے کہ کسی نے بھی میری کوئی مدد نہ کی۔ اب یہ تمہاری غیر منصفانہ اور ناجائز ضد ہوگی جو تمہیں بچاؤ کے موقع سے محروم کر دے گی۔۔۔۔۔۔ برائے مہربانی، آپ اپنی صورتحال میں مجھے مدد کرنے کی اجازت دے کر کیا اپنے بھروسے اور محبت کا مظاہرہ کرو گے۔۔۔۔ مخلص محمد اسلم چوہدری

برادرم چوہدری صاحب! ہم سب نے مرنا ہے اور موجودہ خلیفہ صاحب نے بھی بہرحال مرنا ہے۔ اگر مرنے کے بعد موجودہ خلیفہ نے بھی اُسی حسرت کی آگ میں جلنا ہے جس میں آج خلیفہ رابع صاحب جل رہے ہیں تو پھر اس سے بہتر نہیں کہ اُس سے پہلے کہ اللہ ربّ العزت کا کوئی حکم نازل ہو جائے پیشگوئی مصلح موعود کا تنازعہ حسب اِرشادِ باری تعالیٰ تصفیہ کر لیا جائے۔ خاکسار آپکی خدمت میں بھی اِنتہائی ادب سے گذارش کرتا ہے کہ آپ نے میرے اِلہامات کا تجزیہ کیا کرنا ہے۔؟ جیسا کہ میں مضمون کے شروع میں وحی اور اِلہام کے سلسلہ میں بیان کر آیا ہوں کہ جس شئے کو اللہ تعالیٰ جس کام کیلئے مسخر کر دے تو وہ کام اُسکی فطرت میں داخل ہو جاتا ہے اور وہ اُس سے پہلو تہی نہیں کر سکتی۔ اسی طرح آپ مجھے چاہے تو شہد کی مکھی کی طرح سمجھ لیں جو شہد بنانے کے عمل سے رُک نہیں سکتی یا زمین کی طرح سمجھ لیں جو جس کام پر مامور کر دی گئی ہے وہ اس سے عدولِ حکم نہیں کر سکتی۔ یا پھر مجھے اُمِ موسیٰ یا حضرت ابراہیمؑ کی طرح ایک ایسا عاجز بندہ سمجھ لیں جس کے پاس حکم حاکم مرگ مفاجات کی طرح اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ خاکسار اپنے مالک کے مبارک ہاتھوں میں ایک کل کی طرح ہے جس نے اپنے مالک کے حکم پر ہر حال میں عمل کرنا ہے۔ دارالحمد میں ایک مبارک سجدہ سے اُٹھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الفاظ میرے دل میں کئی دفعہ آئے کہ لوگوں کو کہہ دے۔ "I know nothing but what Almighty God wished me to know"

''میں کچھ نہیں جانتا سوائے اُسکے جو میرے ربّ نے چاہا ہے کہ میں جانوں''۔

برادرم چوہدری صاحب! ہاں اگر کوئی خلیفہ یا جماعتی عالم یا بحیثیت مجموعی جماعت احمدیہ مجھے غلطی پر سمجھتی ہے تو پھر اُنہیں مجھے بلا کر سمجھانا چاہیے تھا نہ کہ مجھ سے دور بھاگتے۔ اگر خاکسار اُنکی نظر میں غلطی خوردہ ہے تو ڈرنا مجھے چاہیے تھا نہ کہ جماعت احمدیہ کو۔ برادرم کسی بھی دور میں جہاد بالسیف یا جہاد بالقلم کا برپا ہونا اس اَمر کی دلیل ہوتا ہے کہ طاقت (نظام کی ہو یا حکومتی) کے مقابلہ میں دلیل بے بس ہو گئی ہے۔ نامعقولیت کے مقابلہ میں معقولات ہار گئی ہے۔ اگر جماعت احمدیہ سمجھتی ہے کہ خلیفہ ثانی مصلح موعود تھے اور سب کو خلیفہ ثانی کی مصلح موعودی کا پکا یقین ہے تو چوہدری صاحب میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ کسی طرح جماعتی سیٹ اَپ کو اس بات پر راضی کر لیں کہ جماعتی علماء اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ کی تعلیم کی روشنی میں میرے ساتھ پیشگوئی مصلح موعود پر کھلا (open) مباحثہ کریں۔ خاکسار جماعت احمدیہ کے ارباب و اختیار سے بھی درخواست کرتا ہے کہ ہمیں درپیش مسئلہ کا بالآخر حل ڈھونڈنا ہے اور اس مقصد کیلئے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ہم ڈائیلاگ کا آغاز کریں۔ یقیناً ہماری بات چیت کے دوران دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ برادرم خاکسار کی یہ خوش نصیبی ہے کہ وہ بھی اِسی طرح دکھوں اور تکالیف میں سے گزر رہا ہے جن طرح اللہ تعالیٰ کے تمام بزرگ بندے پہلے گزر چکے ہیں لیکن میں آپ کو یقین دلاتا

ہوں کہ میں اور میرا اہل وعیال اپنے اخراج اور مقاطعہ کے نتیجہ میں کس قسم کی ارضی جنت میں دن گزار رہے ہیں اس کا اخراج اور مقاطعہ کرنے والے تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا آپ میرے اخراج اور مقاطعہ کا زیادہ فکر نہ کریں بلکہ اگر آپ مجھے غلطی خوردہ پائیں تو اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ کی تعلیم کی روشنی میں مجھے سمجھائیں۔ خاکسار آپ سے سمجھنے کیلئے تیار ہے۔ موسٹ ویلکم (most welcome)۔ اِنتہائی معذرت کیساتھ اگر آپ میری اس درخواست کے معاملہ میں پہلو تہی کریں گے یا جماعتی منافقانہ طرز عمل یعنی حکمت عملی کا رویہ اپنائیں گے تو پھر میں اللہ تعالیٰ کے حضور آپکے متعلق ضرور شکوہ کروں گا کہ اے میرے ربّ قدیر میں نے چوہدری محمد اسلم صاحب کی درخواست پر اپنا سارا مقدمہ اِنکے آگے رکھا تھا لیکن اِنہوں نے جانتے بوجھتے ہوئے پھر بھی حق کی سربلندی کیلئے میری کوئی مدد نہ کی۔ والسلام

خیر اندیش

عبدالغفار جنبہ/ کیل۔ جرمنی

۴۔اپریل ۲۰۱۰ء

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم

خواب میں دیکھا کہ کوئی نہ معلوم گھر ہے لیکن ہے ہمارے ڈاور۔ امی جان اور ساتھ میں دونوں بیٹھی ہوئی ہیں باقی گھر والے بھی ہیں لیکن سب ٹھیک طرح سے نظر نہیں آرہے پھر دیکھتی ہوں کہ شمال کی طرف ہمارا منہ ہے شمال کی طرف ہی آسمان پر چچا غفار کی بڑی اور رنگین تصویر نظر آتی ہے ایک جھلک کی طرح میں امی سے کہتی ہوں کہ دیکھو امی چچا کی تصویر نظر آرہی ہے ساتھ ہی میری آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں چچا کی تصویر فوراً ختم ہوئی ہے

تو پھر ایک جھلک کی طرح حضرت مسیح موعود کی تصویر نظر آتی ہے پھر ختم ہو جاتی ہے

یہ خواب میری بھتیجی نسرین نے ماہ اپریل 2004ء کے پہلے ہفتہ میں دیکھا تھا

[illegible] 1-7-04

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصباح کا خواب   ماہ فروری کا آخری ہفتہ 2010

میں خواب میں دیکھتی ہوں کہ میں اپنے گھر کے کمرہ میں بیٹھی ہوں اور میری کزنیں بھی بیٹھی ہیں اور ہم سب اپنے کام میں مصروف ہوتی ہیں کہ میری ایک کزن نعیمہ آ کر مجھ سے کہتی ہے کہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ہمارے گھر کے باہر کھڑے ہیں ہم یہ بات سن کر چونک جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے وہ تو وفات پا چکے ہیں وہ کہتی ہے کہ یقین نہیں آرہا تو آپ سب باہر جا کر دیکھ لیں. ہم سب باہر جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ واقعی خلیفہ صاحب کھڑے ہیں اور باہر بہت سے لوگ حیرانگی میں کھڑے ہوتے ہیں اور وہاں ایک عجیب سی خاموشی طاری ہوتی ہے. اور کوئی بھی اتنی ہمت نہیں کر پاتا کہ ان سے کچھ پوچھ سکے سب لوگ حیران ہوتے ہیں کہ اچانک میں آگے بڑھ کر ان سے پوچھتی ہوں کہ آپ کے والد صاحب سچے تھے یا میرے دادا سچے ہیں تو وہ مایوسی سے جواب دیتے ہیں کہ نہی تو میں بتانے آیا ہوں کہ میرے والد نہیں یہ شخص سچا ہے تو دادا ابو بھی میرے قریب ہی کھڑے ہوتے ہیں اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ میں نے تم لوگوں

کو کہا تھا نہ کہ میں سچا ہوں لیکن تم لوگ میری بات نہیں مانتے تھے
~~[illegible]~~ اور اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے انہوں نے کہا واقعی آپ
سچے تھے اور سیدھی راہ پر تھے اور ہم غلط راہ پر تھے ۔

Honourable Abdul Ghaffar Janbah sahib;

Assalam-O-Alaikum Wa Rahmatullah-e Wa Barakatohu

I have received your detailed response to my E-Mails. Due to the extra-ordinary length of your presentation, I shall need more time to respond to this E-mail.

I must confess that your Honour has truly demonstrated exceptional and superior level of your intellegence, knowledge, research and appropriate refereces. A famous part of that (pesheen-goyee) is that "Woh Balaa ka Zaheen aur Faheem Ho-gaa" is definitely applicable in your case.

I have an obligation to express my views with absolute Respect, Truth and Love. It is now clear to me that your Honour does have ample capacity, talent and capability to understand the meanings of different terms and words used in the Holy Qura'an.

I shall have to write a detailed letter to your attention. I hope to finish my writing in few weeks. Please, wait for my reply. This E-Mail is only to inform you that GOD Willing (Inshaw- Allah) I shall send a detailed response in near future.

Sincerely,

Mohammad Aslam Chaudhry